Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ماریا بوتل میں بند ہو گئی

اے۔ حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

بار اول ـــــ ۱۹۸۳ء

ناشر: نیا مکتبہ اقراء ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ اور شری کانت

ناگ نے تلوار ہوا میں لہرائی اور چمگادڑ کے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑے لیکن فوراً ہی دونوں ٹکڑے پھر جُڑ گئے اور چمگادڑ ہوا میں اُڑنے لگا۔ اور ناگ سے کہا دوست! میں کئی سالوں سے زندہ ہوں کئی بار پرندوں نے مجھے مار ڈالا کئی بار میں زندہ ہوا۔

پھر بار بار چمگادڑ ناگ پر حملہ کرتا اور بار بار ناگ اپنی تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دیتا ٹکڑے زمین پر گرتے اور پھر جڑ جاتے۔ سارا دن بھر رات اور پھر دوسرے دن کا سورج طلوع ہو گیا۔

ناگ کے بازو شل ہو گئے لیکن چمگادڑ کٹتا رہا جُڑتا رہا حملہ کرتا رہا آخر جب ناگ تنگ آ گیا اور فرار کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو وہ مکھی بن کر غائب ہو گیا اور ایک درخت پر جا بیٹھا تاکہ اپنے تھکے ہوئے بازوؤں کو آرام دے سکے۔

اب چمگادڑ پریشان ہو گیا اس نے کئی چکر اُڑ کر ناگ کو تلاش کرنے کے لیئے لگائے اور اسے نہ پا کر ایک درخت کی ڈال پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھ گیا۔

اتفاق سے اسی درخت پر ناگ بھی مکھی بن کر بیٹھا ہوا تھا ناگ نے جو چمگاڈر کو اپنے قریب ہی دیکھا تو اسے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ سورج کی روشنی دھوپ کی صورت میں چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ پرندہ روشنی میں تقریباً اندھا ہو جاتا ہے۔

اس نے فوراً اپنے آپ کو اژدھے کے روپ میں ڈھال لیا اور آہستہ آہستہ اس شاخ پر جا پہنچا جہاں چمگاڈر لٹک رہا تھا قریب جا کر اژدھے نے اپنا منہ کھولا اور چمگاڈر کو اپنے منہ میں پکڑ کر اس کا مغز چبا ڈالا۔ فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور پھر ختم ہو گئی۔

آواز آئی شری کانت اب وقت ختم ہو گیا ہے اپنی آتما میرے حوالے کر دے آج میں غلطی سے نہیں ٹھیک وقت پر آیا ہوں۔ تیری زندگی کا آخری لمحہ بھی ختم ہو گیا اب تجھے اس دھرتی سے ناطہ توڑ کر واپس جانا ہے۔

ناگ نے حیرت سے دیکھا اسے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور یہ آواز درخت کے نیچے سے آ رہی تھی پھر شری کانت کی آواز سنائی دی۔

یم دھورجی تم تو کہتے تھے کہ مجھے کوئی نہیں مار سکتا میرے جسم

کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو پھر جڑ جائیں گے لیکن اس سانپ نے تو میرا مغز چبا ڈالا ہے پھر وہی گرج دار آواز میں جواب آیا۔

شری کانت یہ تو تیری زندگی تک محدود تھا لیکن اب تیری زندگی ہی ختم ہو گئی ہے اور واپسی کا بلاوا آ گیا ہے میں تجھے لینے آیا ہوں۔ پھر خاموشی چھا گئی ناگ سمجھ گیا کہ شری کانت جوگی کی روح ہمیشہ کے لیے آسمان پر چلی گئی ہے۔

اس نے پلٹی کھائی اور دوبارہ انسان بن گیا نیچے آ کر اس نے پھوے ہوئے بستر کو کھول کر دیکھا جس میں لاتعداد سونے کی اینٹیں تھیں۔

ناگ نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو دور اسے گھوڑا چرتا ہوا نظر آیا اس نے سمجھ لیا کہ یہی گھوڑا اس گاڑی میں جتا ہوا تھا۔ اس نے بھاگ کر گھوڑے کو قابو کیا اسے گاڑی میں جوتا۔ اسے کلاوتی کا خیال آیا غریب کا بھوک سے نہ جانے کیا حال ہو گا وہ تو انتظار میں آدھی بھی نہ رہی ہو گی۔

دوسری طرف کلاوتی ساری رات ناگ کا انتظار کرتی رہی بھوک سے اس کا بُرا حال تھا لیکن ناگ سے جدائی اور غم نے اس کی توجہ اپنی طرف موڑ لی تھی۔

دن گزر گیا رات آ گئی۔ کلاوتی ساری رات تنہا جنگل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندھیرے میں بیٹھی ناگ کو یاد کر کے روتی رہی۔ پتّا بھی کھڑکتا تو غریب ڈر کر سہم جاتی یہ جنگل آبادی سے کافی دور تھا۔ اس لئے دور تک کسی روشنی کا پتہ نہ تھا۔ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ہوا میں تیزی آ جانے کے باعث سارا جنگل شاں شاں کر رہا تھا۔ پھر اس تیز ہوا نے باقاعدہ آندھی کی صورت اختیار کر لی تھی ایک دوسرے میں اُلجھی ہوئی درختوں کی شاخیں آندھی سے ایک دوسرے سے اس طرح بج رہی تھیں جیسے کوئی زبردست ہاتھ ان پر کلہاڑا چلا رہا ہو۔ ان درختوں کے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ بھی نہ تھی۔ دور دور کمزور درختوں کی ٹہنیاں آندھی سے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گر رہی تھیں۔

کلاوتی خوف اور پریشانی کے عالم میں ایک درخت کے تنے سے لگی بیٹھی رو رہی تھی۔ پھر آخر رات کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو اس کی صبح ہو ہی جاتی ہے۔

ایک رات میں غریب پر کئی قیامتیں گزر گئیں لیکن صبح ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی طوفان بھی تھم گیا۔

دن کے اجالے میں کلاوتی تھوڑی ہی دور بہتی ندی پر جا پہنچی اور گرد و غبار سے اٹا ہوا منہ دھویا۔ بھوک سے اس کی جان نکل رہی تھی اور جب اس کے ہوش ٹھکانے آ

گئے تو اس نے دیکھا کہ ندی کے پانی میں کئی قسم کے پھل تیرتے ہوئے اس کے پاس سے گزر رہے تھے جنہیں رات کی آندھی نے شاخوں سے توڑ کر زمین پر گرا دیا تھا اور اس آندھی نے انہیں اپنے زور سے اس ندی میں لا پھینکا تھا۔

کلاوتی نے ہاتھ بڑھا کر کچھ پھل اکٹھے کئے اور پھر اس خیال سے کہ کہیں ناگ واپس نہ آ جائے اور اسے تلاش نہ کر رہا ہو وہ پھلوں سے جھولی بھر کر واپس اسی جگہ آ گئی اس نے دیکھا کہ واقعی ناگ گاڑی سے اتر کر اُسے تلاش کر رہا تھا۔ ناگ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر وہ دوڑ کر روتی ہوئی ناگ سے لپٹ گئی اور کہا

ناتھ!

رات جس طرح میں نے گزاری ہے میرا دل ہی جانتا ہے مجھے دھیرے دھیرے مارنے کی بجائے ایک ہی دفعہ میرا گلا گھونٹ دو۔

ناگ کو اس بات کا پہلے ہی احساس تھا لیکن وہ اس پگلی کو کس طرح سمجھاتا کہ وہ تو خود موت کی سرحد سے واپس لوٹ کر آیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا

کلاوتی! مجھے غلط نہ سمجھ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں رات بھر ہو کے تنہا اس جنگل میں رہنا پڑا لیکن اس میں میرا بھی کوئی دوش نہیں میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا چلو پہلے کھانا کھا لو۔ میں تمہارے لئے کھانا لایا ہوں۔ پھر یہاں سے تھوڑی ہی دور جنگل ختم ہو جاتا ہے اور پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ان پہاڑیوں میں غاریں بھی ہیں جہاں ہم فی الحال قیام کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ راجا کی فوج کے سپاہی ہماری تلاش میں ہیں جو قیامت برپا کر کے وہاں میں آیا تھا اس سے رعایا کا جانی نقصان ہوا ہے۔ اور راجا کا مالی۔ انہیں علم ہو گیا ہے کہ میں ایک دفعہ پھر ہندو کنیا کو لے گیا ہوں۔ اور مہا پنڈت کو بھی میں نے ہی جان سے مار دیا ہے۔ لہٰذا راجا کے سپاہی کتوں کی طرح سے ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔

میں جب کھانا وغیرہ لینے قریب کی بستی میں گیا تو مجھے سارے حالات کا علم ہو گیا۔ سپاہی گھر گھر کی تلاشی لے رہے ہیں۔ میں بڑی مشکل سے بچتا بچاتا واپس آیا ہوں۔ اس لئے جب تک یہ بات پرانی نہ ہو

جانے ہمیں چھپ کر ہی رہنا ہو گا۔ بہت ممکن ہے وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے اس جنگل میں بھی آ جائیں۔

کلاوتی نے کہا

میں کتنی بدنصیب ہوں اپنے ساتھ آپ کو بھی مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ میں کھانا گاڑی میں ہی کھا لوں گی آپ اسی وقت یہاں سے چلے چلئے۔

کلاوتی گاڑی میں بیٹھ گئی اور ناگ نے گاڑی ایک سمت ہانک دی۔

پھر کلاوتی کھانا کھاتی رہی اور ناگ اسے تمام حالات بتاتا رہا۔ چند گھنٹوں کے سفر کے بعد جنگل ختم ہو گیا اور پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان پہاڑوں کے درمیان سے ہی ندی سانپ کی طرح بل کھاتی بہتی تھی۔

ناگ نے ایک بڑی سی پہاڑی میں ایک کشادہ غار دیکھا اور گاڑی لے کر اس کے اندر داخل ہو گیا یہ غار کافی بڑا تھا اور دور تک چلا گیا تھا اور آگے جا کر کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اس طرح کہ کئی چھوٹے چھوٹے کمرہ نما غار بن گئے تھے۔

ناگ نے وہاں جا کر گاڑی روک دی اور ایک کشادہ کمرہ نما غار کو صاف کر کے وہاں گاڑی سے بستر اٹھا لایا۔ کلاوتی ابھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڑی میں ہی تھی اور ناگ نے اسے کہہ دیا تھا جب تک وہ جگہ ٹھیک نہ کرے وہ وہیں بیٹھی رہی۔ ناگ نے بستر کھول کر سونے کی اینٹیں ایک جگہ پتھروں میں چھپا دیں۔ اور بستر کھول کر صاف کی ہوئی جگہ بچھا دیا پھر کلاوتی سے کہا اب تم جا کر بستر پر آرام کرو رات بھر کی جاگی ہوئی ہو میں ذرا گھوڑا کھول دوں اور اس کے لئے چارے پانی کا بندوبست کر دوں۔

کلاوتی جا کر بستر پر بیٹھ گئی اور ناگ نے گھوڑے کو بندشوں سے آزاد کر دیا۔

غار کے باہر ندی بہتی تھی جس کے کنارے کافی بڑی بڑی ہری گھاس اُگی ہوئی تھی۔

ناگ نے گھوڑے کو باہر لے جا کر گھاس چرنے کو چھوڑ دیا۔ اور خود ندی کے کنارے ہاتھ منہ دھونے میں مصروف ہو گیا۔

بھنور میں کشتی

قاتلوں کی کشتی سمندر میں چلی جا رہی تھی وہ اپنی کامیاب مہم پر بہت خوش تھے لیکن سویٹی بے چاری ناکردہ گناہوں کی سزا تہ خانے میں پڑی بھگت رہی تھی۔ تہ خانے میں تاریکی تھی جس کی وجہ سے سویٹی ڈر رہی تھی۔ وہ بے چاری تو کبھی گھر میں بھی چراغ بجھا کر نہ سوتی تھی اور پھر جب تک وہ اپنے ڈیڈی کے سینے پر سر نہ رکھتی اسے نیند ہی نہ آتی تھی۔

بچپن میں مامتا کی گود کی محرومی نے اس کے پیار کی پیاس کو اور زیادہ بھڑکا دیا تھا جسے کسی حد تک باپ کی شفقت نے کم کر دیا تھا لیکن آج وہ معصوم کئی میل دور اپنے باپ سے جدا کشتی کے تاریک تہ خانے میں پڑی سسکیاں لے رہی تھیں۔ وہ کھل کے رو بھی نہیں سکتی تھی کیوں کہ قاتلوں کے خوف و ہراس نے اس کی آواز کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گلے میں ہی گھونٹ کر رکھ دیا تھا۔

اچانک آسمان پر سیاہ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ ہواؤں میں بھی تیزی آ گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کالی گھٹاؤں کی آغوش میں آگیا تیز ہوا نے آندھی اور طوفان کی سورت اختیار کر لی اور بجلی نے اپنے تازیانے بادلوں پر برسانے شروع کر دیئے۔ تاتلوں نے گھبرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا

جون! جون ان کے ساتھی کا نام تھا

طوفان آنے والا ہے کشتی کو تیزی سے گہرے پانی سے نکال کر کم پانی میں لے چلو اور جو بھی قریبی جزیرہ نظر آئے اسی جزیرے کے قریبی ساحل پر اُتر جاؤ۔

جون نے کہا

ڈینی ! تمہارا خیال بالکل درست ہے ہماری چھوٹی سی کشتی سمندری طوفان کا بالکل مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان طوفانوں میں تو بڑے بڑے جہاز غرق ہو جاتے ہیں میں کوشش کرتا ہوں خدا کرے قریب ہی کوئی جزیرہ نظر آجائے۔ ورنہ ہماری ساری کامیابی اس اس طوفان کی نذر ہو کر رہ جائے گی۔

دوسری طرف ماہی گیر عنبر سے کہہ رہا تھا زندگی کے تیس سال سمندر میں ہی گزارے ہیں میرے باپ دادا بھی یہی کام کیا کرتے تھے ہم تو سمندری ہوا کو سونگھ کر طوفان کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

عنبر نے کہا یہ تو بہت بُرا ہوا دوست یہ طوفان ہماری منزل کو گم کر دے گا اور جس کشتی کے پیچھے ہم جا رہے ہیں خدا جانے طوفان اسے کہاں بہا کر لے جائے مجھے تو اس ننھی سی جان کا فکر ہے۔

ماہی گیر نے کہا

ماسٹر!

عنبر نے کہا ماسٹر نہیں تم مجھے عنبر کے نام سے پکار سکتے ہو۔

ماہی گیر نے کہا

اور مجھے روکی کہتے ہیں میں یہ کہنا چاہتا تھا جن کا کوئی سہارا نہ ہو خدا ان کا سہارا ہوتا ہے جس نے پیدا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اسے زندہ کیسے رکھنا ہے تم فکر نہ کرو بے بی کی حفاظت وہ خود کرے گا۔ اگر ہمیں قریب ہی کوئی جزیرہ نہ ملا تو یہ چھوٹا سا کھلونا ہمیں سمندر کی خونی لہروں کی بھینٹ چڑھا دے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا۔

پھر تم کیا چاہتے ہو؟

روکی نے کہا۔

مسٹر عنبر! فادر سے دعا کردیا تو طوفان رُک جائے یا ہمیں کوئی جزیرہ نظر آجائے جہاں ہم پناہ لے سکیں۔ طوفان کی وجہ سے سمندر کی لہروں پر کشتی بری طرح ہچکولے کھانے لگی تھی اور روکی کے ساتھ ساتھ عنبر نے بھی پتوار سنبھال لی تھی۔

عنبر نے کہا۔

روکی! تم نے ساری عمر سمندر میں گزار دی ہے تمہیں تو دوست پتہ ہو گا کہ جزیرے کہاں کہاں موجود ہیں۔

روکی نے جواب میں کہا۔

معلوم تو ہے مگر کئی جزیرے طوفان میں سمندری پانی میں غرق ہو جاتے ہیں اور سمندری پانی کی اونچی اونچی لہریں جزیرے کو اپنے اندر چھپا لیتی ہیں۔ پھر جب طوفان ختم ہو جاتا ہے اور لہروں کا زور بھی ٹوٹ جاتا ہے تو وہ واپس لوٹ جاتی ہیں اور جزیرہ پھر نمودار ہو جاتا ہے۔ ویسے میرے اندازے کے مطابق یہاں سے تھوڑی دور ایک جزیرہ ہے ضرور۔ اسی لئے میں نے کشتی کا رخ ادھر

ہی کر لیا ہے۔

طوفان اب اپنے شباب پر آ گیا تھا۔ اور سمندری لہریں کئی کئی فٹ اچھلتی ہوئی چاروں طرف سے چلی آ رہی تھیں قاتلوں کی کشتی تنکے کی طرح طوفان میں ہچکولے کھا رہی تھی قاتلوں کو اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی ڈینی نے اپنے سینے پر صلیب بناتے ہوئے کہا۔

ہم لوگ دشمن کے شہر سے تلواروں کی چھاؤں میں زندگی بچا کر لے آئے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس وزیر اعظم کا خون رنگ لا رہا ہے ہم چاروں مل کر بھی اب اس کشتی کو نہیں بچا سکتے۔ زندگی بچانے کی اب ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے۔

جلدی بتاؤ۔

پیٹر نے اضطرابی کیفیت میں کہا۔

ڈینی نے کہا۔

کشتی کو طوفان کے حوالے کر کے ہمیں تہ خانے میں اتر جانا چاہیے بہت ممکن ہے کہ یہ خوفناک لہریں اس کھلونا نما کشتی کو اپنے بہاؤ کے ساتھ لے جا کر کسی جزیرے پر پھینک دیں۔

ڈیوڈ نے کہا اب سوچنے کا وقت نہیں ہے جو کرنا ہے جلدی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کر گزرو۔

پھر انہوں نے جلدی سے تہ خانے کا دروازہ کھولا اور چاروں اندر اتر گئے۔

دوسری طرف عنبر اور روکی جو کشتی کو اب تک بڑی مشکل سے بچائے ہوئے تھے ایک زبردست پانی کے تھپیڑے نے ان کی کشتی کو کئی گز اوپر اچھال کر الٹ دیا۔ عنبر اور روکی دونوں سمندر کی لہروں کے ساتھ اس سوکھے پتے کی طرح جسے تیز آندھی اُڑا کر لے جاتی ہے کسی نامعلوم منزل کی طرف بہہ نکلے۔

سمندر پورے غیض و غضب میں تھا۔ قاتلوں نے اندر محسوس کیا کہ کشتی گیند کی طرح لڑھکتی پھر رہی ہے جس سے کئی دفعہ وہ سامان یا دیواروں سے ٹکرا کر زخمی ہو رہے تھے۔ اندر سامان کی بھی یہی کیفیت تھی وہ بھی گیند کی طرح لڑھکتا پھر رہا تھا۔

تہ خانے کا دروازہ کھلتے ہی سوہنی نے اپنے آپ کو لکڑی کی ایک خالی پیٹی میں چھپا لیا۔ جو اتفاق سے تہ خانے کی لوہے کی سیڑھی میں جا پھنسی تھی۔ لہٰذا کشتی کے الٹ پلٹ ہونے کے باوجود وہ اپنی جگہ پر قائم تھی۔ جب کہ دوسرے سامان کے ساتھ ساتھ

چاروں قاتل بھی لڑھکتے پھر رہے تھے وہ کبھی سامان سے اور کبھی کشتی کی دیواروں سے ٹکرا رہے تھے اور آخر وہ چاروں قاتل ایک ایک کر کے شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے۔

عنبر کو جب ہوش آیا تو وہ ایک بڑی چٹان پر پڑا تھا۔ سمندری لہروں کی آواز اس کے کانوں میں آ رہی تھی جو آ کر اس چٹان سے ٹکراتیں اور واپس لوٹ جاتیں۔ دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور عنبر کو اس کی حدت اپنے گیلے بدن پر بہت اچھی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر جب اس کے سوچنے کی صلاحیت واپس آئی تو وہ ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

یہ چھوٹا سا جزیرہ تھا چاروں طرف سنگلاخ چھوٹی بڑی پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ جن پر کائی کا سبز پلستر ہو رہا تھا۔

عنبر کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کبھی یہ جزیرہ سمندر کے اندر رہا ہو گا۔ جو پانی کی واپسی یا کمی کے باعث اُبھر آیا ہے۔ اسی لئے تو ابھی تک پتھروں پر کائی جمی نظر آ رہی ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ کشتی میں وہ قاتلوں کا پیچھا کر رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا جن کی کشتی کے تہ خانے میں سویٹی جا چھپی تھی۔ پھر طوفان نے کشتی غرق کر دی۔ بے چارہ ماہی گیر روکی اس کے بچے تو چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور آمدنی کا واحد سہارا کشتی تھی۔ نہ کشتی ہی بچی تھی اور نہ کشتی والا۔ عنبر کو تو یقین تھا کہ خواہ حالات کچھ بھی ہوں اسے موت آ ہی نہیں سکتی۔ لیکن باقی لوگ تو عام انسان تھے۔ اگر میری کشتی غرق ہو گئی ہے تو ضرور قاتلوں کی کشتی کا حشر بھی اس سے مختلف نہ ہوا ہو گا۔ وہ پیاری سی بچی سویٹی جب انکل اس کے لئے ماتا کا تحفہ لے کر آیا تو خود لہروں کی آغوش میں جا سوئی

عنبر نے ٹھنڈی سانس بھر کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا

مالک! تیرے بھید تو ہی جانتا ہے

اس نے اٹھ کر چاروں طرف پھیلی ہوئی چٹانوں کے سلسلے کو دیکھا۔ پھر اس کے اندر جستجو نے سر ابھارا اور وہ اس جزیرے کو دیکھنے کے لئے پیدل نکلا۔ سنگلاخ زمین اونچی نیچی چھوٹی بڑی پہاڑیوں کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی۔ جب کہ اس کے چاروں طرف سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

اس نے ایک سمت چلنا شروع کر دیا تھوڑی ہی دور جانے پر اسے پتھروں اور ریت کے درمیان کئی سیپ اور گھونگھے اور دیگر سمندری چیزیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پڑی نظر آ رہی تھیں۔ عنبر نے ایک چمک دار اور قدرے بڑے سیپ کو اٹھا کر کھولا اس میں سے موتی نکل کر زمین پر گر پڑے۔

اس نے چند ایک بہت خوب صورت پتھر اور چند موتی ضرورت کے وقت کام آنے کے لئے اپنی جیب میں رکھ لئے اور آگے بڑھ گیا دھوپ کی تمازت یا تمازت سے گیلے پتھروں سے پانی بھاپ بن کر اڑ رہا تھا۔ سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ عنبر اپنے قدموں سے قیمتی پتھر اور موتی ٹھکراتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اور اس نے اب تک ایک چوتھائی جزیرہ دیکھ لیا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ اب عنبر کو دور ایک چاندی کی جھیل نظر آئی جس کی سمت اس کے قدم تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

ایسا لگتا تھا کہ چاندی کو پگھلا کر چٹانوں کے درمیان ڈال دیا گیا ہے۔ جھیل اس لئے کہ عنبر کو اس میں سے بھاپ اٹھتی نظر آ رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے عنبر وہاں پہنچ جانا جانا چاہتا تھا۔ دونوں اپنے اپنے سفر پر تیزی سے رواں دواں تھے۔ سورج بھی اور عنبر بھی۔

پھر ایک نشیبی علاقے میں اتر کر جب عنبر دوبارہ ایک پہاڑی ٹیلے پر چڑھا تو سورج عین اس جھیل کے پار ایک بہت بڑے آتشی گولے کی مانند پہنچ چکا تھا اور چاندی کی بجائے اب ان چٹانوں میں سونا پگھلتا نظر آ رہا تھا بھاپ اب بھی وہاں سے اٹھ رہی تھی۔

آخر کار عنبر نے یہ فاصلہ تیزی سے ختم کر ہی لیا اب اس کی مایوسی کی انتہا نہ رہی، یہ دیکھ کر کہ اس کے سامنے چاندی سونے کے بجائے چٹانوں کے درمیان ایک دلدلی میدان تھا اور یہ تمام کمال سورج کی شعاعوں کا تھا۔ دلدل میں بلبلے اٹھ رہے تھے اور بھاپ اس طرح سے نکل رہی تھی۔ جیسے ہانڈی تیز آنچ پر رکھی ہو اور اس کا ڈھکنا اٹھا لیا گیا ہو۔

عنبر ایک چٹان پر بیٹھ کر یہ منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک پتھروں کے درمیان الٹی ہوئی اسے ایک کشتی نظر آ گئی

وہ تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا وہ واقعی ایک کشتی

تھی جسے شاید سمندری طوفان نے یہاں لا پھینکا تھا یا پھر جب یہ جزیرہ پانی میں ہوگا تو کشتی الٹ کر ان پتھروں میں جا پھنسی ہو گی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے اس نے جلدی جلدی اس کشتی کو سیدھا کیا کشتی تالم تھی لیکن اس کے اندر کوئی نہیں تھا۔

عنبر نے سوچا شاید اس کے مسافر مچھلیوں کا شکار بن گئے ہوں گے لیکن پھر اسے آہستہ آہستہ کراہنے کی آواز آئی اس نے چاروں طرف دیکھا کوئی نہیں تھا وہ اس آواز کو اپنا وہم سمجھا کہ کراہنے کی آواز پھر آئی۔

عنبر نے حیران ہو کر دیکھا تو اسے آواز کشتی کے اندر سے آتی محسوس ہوئی اس نے غور سے کشتی کا جائزہ لیا تو اسے تہ خانے کا دروازہ نظر آ گیا۔

عنبر نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا اندر ایک تہ خانہ تھا۔ عنبر اندر اتر گیا یہاں ٹوٹا پھوٹا سامان بکھرا پڑا تھا اور فرش پر کیچڑ اور پانی تیرتا پھر رہا تھا۔

عنبر سیڑھی سے نیچے اتر گیا کراہنے کی آواز پر اس نے ایک سمت دیکھا۔ سامان کے نیچے دبا ہوا کوئی آدمی کراہ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے فوراً اسے سامان ہٹا کر باہر نکالا۔

وہ زخمی ہونے کے باوجود ہوش میں تھا اس نے عنبر کو بتایا۔

اس کے ساتھ تین اور ساتھی ہیں۔

عنبر نے ان کو بھی تلاش کرنا شروع کر دیا۔ سامان وغیرہ الٹ پلٹ کرنے میں وہ تینوں زخمی حالت میں مل گئے۔

عنبر نے سیڑھی کے پاس سے سامان وغیرہ ہٹایا تو وہاں ایک لکڑی کی پیٹی بھی تھی اور اس میں سے سسکیوں کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے دیکھا کہ ایک خوب صورت معصوم بچی رو رہی تھی۔

جوں ہی عنبر نے اسے باہر نکالا اس نے رونا شروع کر دیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔

مجھے نہ مارو۔

مجھے چھوڑ دو۔

میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔

کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم نے جلوس والے جہان کو تیر مار کر مار ڈالا تھا۔

بچی ہذیانی کیفیت میں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کئے۔ بار بار یہ فقرے دہرائے جا رہی تھی اور اسے دیکھ کر عنبر کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔ یہ سویٹی تھی اپنے انکل کی سویٹی جس کے لئے انکل تحفہ لینے گیا تھا۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوتل میں بند ماریا

ماریا بوتل میں بند فادر لانگ مین کے سامنے موجود تھی جس کا قد گھٹ کر گڑیا کے برابر ہو گیا تھا قد اتنا چھوٹا ہو گیا تھا کہ وہ بوتل کے اندر آسانی سے گھوم پھر رہی تھی کیوں کہ فادر لونگ مین اسے باخوبی دیکھ رہا تھا لیکن وہ کسی دوسرے کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

ہنٹ اور اس کے ساتھی فادر کے سامنے ایک خالی بوتل کو دیکھ رہے تھے جسے فادر بار بار کہہ رہا تھا

میں تمہیں حکم دیتا ہوں وہ پتھر جو تم نے رجنی سے لیا تھا مجھے واپس کر دو۔

آخر انہیں بوتل سے آواز آئی۔

فادر!

مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ میں تمہارے جادو کے زیر اثر جاؤں گی اس لیے میں نے سوچا اسیر ہونے سے پہلے نیکی کا

کام کر جاؤں۔ میں نے سب سے پہلے پارس پتھر دوبارہ رجنی کے حوالے کر دیا اور پھر سب کو تمہاری طرف متوجہ دیکھ کر رجنی کے خاوند گولاتی کو کھول دیا اور ان کو فرار ہونے کا موقع فراہم کیا۔

پھر کیا تھا ایک طوفان برپا ہو گیا ہنٹ اور اس کے ساتھی جو رجنی اور اس کے خاوند کو بھوت بیٹے تھے شہد کی مکھیوں کی طرح بپھر گئے جیسے ان کے چھتے پر کسی نے پتھر پھینک مارا ہو۔ ہنٹ نے سب کو گالیاں دیتے ہوئے کہا۔

الو کے پٹھو! دفع ہو جاؤ اور جیسے بھی ہو ان کو پکڑ کر لاؤ پارس ہاتھ آ کر پھر نکل گیا۔

فادر نے کہا ہنٹ تو کیا وہ سچ مچ پارس کا پتھر ہے۔

ہاں فادر! ہنٹ نے کہا

میں نے اپنی آنکھوں سے لوہے کو اس پتھر سے چھو کر سونا بنتے دیکھا ہے۔

فادر نے کہا

ہوں تو بڑا لمبا ہاتھ مارنے کے چکر میں ہو میں بھی کہوں فادر لانگ مین کی یاد کیسے آ گئی۔ چلو کوئی بات نہیں اگر پتھر اسی لڑکی کے پاس ہے تو تمہارے آدمی ایک دفعہ پھر اُسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکڑ لائیں گے۔ وہ کون سی غائب جسم والی لڑکی ہے اب تم
بیٹا فادر لونگ مین کی محنت کا صلہ ادا کرو دو ایک ہزار
سونے کے سکے۔

ہنٹ نے بگڑ کر کہا

کمال کرتے ہو تم بھی فادر! پارس ہمیں ملا نہیں اور تم
رقم کا تقاضا کر رہے ہو۔

فادر نے کہا

دیکھو ہنٹ! اگر میں اپنے عمل سے اس لڑکی کو اسیر نہ کرتا
تو تمہیں کیسے پتہ چلتا کہ پتھر پھر رجنی کے پاس چلا گیا ہے
اور غائب لڑکی کے ہوتے ہوئے تم قیامت تک پارس
حاصل نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی رجنی اور اس کے
خاوند کو کچھ کہہ سکتے تھے۔ اور یہ مار مار کر تم سب کا
بھرکس نکال دیتی۔

ہنٹ نے کہا

اس لڑکی کو ہم کیا کریں یہ تو ہمارے لئے بے کار ہے
ہمیں اس میں دل چسپی پارس کی وجہ سے تھی ورنہ اس سے
ہم نے کیا لینا ہے۔

فادر نے کہا اس کا مقصد یہ ہوا کہ تم میرا محنت کا صلہ دینا نہیں
چاہتے کوئی بات نہیں بیٹا۔ تم یہ بھول رہے ہو کہ جس لڑکی

جانتے پرانی دولت موت تو بن سکتی ہے لیکن ان کی آسودگی
کا سبب نہیں۔

ہنٹ نے ڈانٹ کر کہا

تو چپ رہ سور کی بچی یہ سب کیا دھرا تیرا ہی ہے ورنہ ان
دونوں سے تو ہم وہ پتھر چھین ہی لیتے۔

اب تم بتاؤ فادر لونگ مین! کیا کہتے ہو اس لڑکی کے
ذریعے وہ پتھر مجھے منگوا دو میں اب بھی اپنے وعدہ پر قائم ہوں

فادر نے بے دلی سے کہا۔ یہ خنجر تو ہٹاؤ بات دوست
کی طرح سے کر رہے ہو اور عملی طور پر دشمن بنے ہوئے ہو

ہنٹ نے خنجر ہٹا لیا۔

ماریا نے کہا تم اس گروہ کے سردار ہو بے وقوف موت
کے منہ میں آتے ہوئے سانپ کو بچا کر یہ توقع کرتے
ہو کہ وہ تمہیں ڈسے گا نہیں فادر اتنا پاگل نہیں کہ خنجر کی
دھار اپنی شہ رگ پر محسوس کر کے بھی تم کو دوست سمجھ کر
بھروسہ کرے اب بگلا بھگت بننے سے کوئی فائدہ نہیں تم
دونوں ایک دوسرے کی اصلیت دیکھ چکے ہو۔

ماریا نے سوچا دونوں کو لڑا کر آزادی حاصل کرنی چاہیئے
لیکن وہ دونوں ہی سمجھ دار تھے ان کی حالت ان دو لڑنے
والوں کی طرح تھی جن میں سے ایک پہاڑی کی چوٹی سے گرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو تم بے کار سمجھ رہے ہو اسی کے ذریعے اب میں پارس پتھر حاصل کروں گا۔

ہنٹ نے کہا ٹھیک ہے آپ پارس پتھر حاصل کر کے میرے حوالے کر دیں اور اپنی رقم مجھ سے لے لیں مجھے کوئی انکار نہیں۔

فادر نے کہا ایک معمولی رقم پارس پتھر کا نعم البدل نہیں نہیں ہو سکتی۔ اب میں رقم کی بجائے پارس پتھر ہی حاصل کروں گا۔

ہنٹ نے خنجر نکال کر اس کی دھار فادر کے گلے پر رکھ دی اور کہا

فادر تم نہیں جانتے میں اس پتھر کی خاطر تمہارا گلا بھی کاٹنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

ماریا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

بہت خوب دام خود اپنے دام میں صیاد آ گیا لالچی بوڑھے دیکھ لیا لالچ کا انجام ابھی تو پارس تو نے حاصل نہیں کیا تو خنجر کی دھار تیری شہ رگ پر آ گئی ہے اگر تو نے وہ پتھر حاصل کر لیا تو یہ کٹ کر دھڑ سے علیحدہ ہو جائے گی اور قاتل تیری قبر پہ پارس پتھر کا کتبہ نہیں لگاتے گا یہ لوگ ہی جو پارس پتھر کے لئے" اتنی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں نہیں

ہوئے دوسرے کو بھی ساتھ گھسیٹ رہا ہو اور دوسرا اپنے آپ کو بچانے کے لئے" اسے سہارا دے کر بچا لے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے لڑنے کی بجائے آپس میں سمجھوتہ کر لیا اور ہنٹ نے فادر کو بھی دوسرے بقایا ساتھیوں کی طرح پارس پتھر میں حصے دار بنا لیا۔ لیکن دونوں کے چہروں سے ظاہر تھا کہ وہ دونوں منافق ہیں۔

ماریا کو ایک دفعہ پھر مایوسی ہوئی وہ دونوں کو لڑا کر آزادی حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن وہ دونوں لڑنے کی بجائے حصہ دار بن گئے۔ ابھی وہ اس ناکامی کے افسوس میں ہی تھی کہ اس کے دل پر ایک اور چرکا لگا۔

اس نے بوتل کے اندر سے دیکھا کہ زمین پر صلیب مقدس مع ٹوٹی ہوئی زنجیر کے پڑی تھی جو شاید ہنٹ وغیرہ کی مرمت کرتے وقت ٹوٹ کر گر گئی تھی۔ اور اس سے یہ دونوں ہی ناواقف تھے۔ لیکن ماریا بوتل میں بند تھی اور صلیب مقدس بوتل سے باہر۔

اس نے پھر اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لا کر بوتل میں سے نکلنا چاہا لیکن یہ ممکن نہ ہوا۔

پھر اس خاموشی کو فادر لانگ مین نے ہی توڑا اور بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں جا رہا ہوں ہنٹ! رات میں پھر جاگ کر جاپ کروں گا
اور اگر ہمارے ساتھی رجنی اور اس کے خاوند کو نہ پا سکے تو
میں ان کو وہ جہاں کہیں ہوں گے ان کو وہیں قید کر دوں گا
اور پھر تمہارے آدمیوں کو بتا دوں گا کہ وہ اس جگہ جا کر ان
دونوں کو قید کر لائیں۔

ہنٹ نے کہا فادر مجھے امید ہے ہمارے درمیان جو خوشگوار
ہو چکا ہے۔ تم اس کو بھول جاؤ گے میں اپنے رویے کی معافی
چاہتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ پہلے ہی
کی طرح پر خلوص رہو گے۔

فادر لانگ مین نے مسکراتے ہوئے کہا ہنٹ تم مجھے ہمیشہ ہی
پر خلوص پاؤ گے۔

فادر نے بوتل اٹھائی اور چل دیا۔

ماریا نے حیرت سے صلیب مقدس کو دیکھا جو اسے اس
طلسم سے آزاد کروا سکتی تھی اور یہاں ہی رہ گئی تھی فادر یہاں
سے نکل کر اپنے ٹھکانے کی طرف چل دیا۔

دوسری طرف ہنٹ کے آدمیوں نے اسے آکر بتایا کہ ہم نے
کونہ کونہ چھان مارا لیکن ایسا لگتا ہے یا تو ان کو زمین نگل گئی
ہے یا آسمان۔ ان دونوں کا کہیں پتہ نہیں چلا۔

ہنٹ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمیں پارس پتھر سے

مایوس ہونا پڑے گا ایک ساتھی نے کہا
کیوں سردار؟
ہنٹ نے نفرت سے کہا
وہ بوڑھا گدھ فادر لانگ مین پارس پتھر سے واقف ہو
چکا ہے اور اس لالچ میں پڑ گیا ہے کہ وہ اسے تنہا ہی حاصل
کر لے۔

دوسرے ساتھی نے بات کاٹتے ہوئے کہا
یہ تو بہت ہی برا ہوا۔

ہنٹ نے کہا لیکن ہم بڈھے کے گھر تک پہنچنے والے ہیں
بظاہر تو میں نے اسے اپنا حصے دار بنا کر اپنی مدد کے لئے
تیار کر لیا ہے۔ اور وہ مان گیا ہے لیکن میں اس لالچی کتے
کو جانتا ہوں وہ اپنی شیطانی قوتوں کے سہارے ضرور وہ پتھر
حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

تیسرے ساتھی نے کہا سردار کیا یہ بہتر نہ تھا کہ آپ اس کو
یہیں ختم کر دیتے۔

سردار نے جواب دیا
سوچا تو میں نے بھی تھا۔ مگر وہ نظر نہ آنے والی لڑکی
اس کی قید میں ہے فادر کی موت کے بعد وہ آزاد ہو جاتی اور
اور اس کی وجہ سے رجنی اور اس کے خاوند پر ہاتھ ڈالنا بہت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مشکل بات ہو جاتی ۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ رات کو اپنے جادو سے رجنی اور اس کے خاوند کو وہ جہاں کہیں بھی ہیں قید کر دے گا اور پھر ہمیں بتا دے گا کہ وہ فلاں جگہ ہیں جا کر پکڑ لاؤ۔

ہنٹ نے کہا میں نے سوچا ہے کہ رات بھر اس کے کمرے کی نگرانی کی جائے اور اس پر نظر رکھی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود ہی پارس حاصل کر کے یہاں سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائے ۔ اس کے ساتھیوں نے کہا

ہمیں آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔

پھر ان میں سے ایک کی نظر صلیب مقدس پر پڑ گئی اس نے اٹھا کر اسے چوما اور سردار سے کہا یہ صلیب مقدس آپ کی ہے سردار۔

ہنٹ نے دیکھ کر کہا نہیں

پھر ہنٹ نے کہا تم ایسا کرو اس صلیب ہی کے بہانے اس کے گھر جاؤ اور اسے دکھا کر کہو

یہ صلیب شاید آپ کی ہے جو ہمارے کمرے میں گر گئی تھی

پھر صلیب واپس کر کے تم یہاں آنے کی بجائے وہیں چھپ جانا تاکہ رات کے وقت بتایا ساتھیوں کے لئے، جب وہ جاپ کر رہا ہو دروازہ کھول دو اور ہم رات بھر اس کی نگرانی کرتے

رہیں۔ ساتھیوں نے کہا یہ ترکیب ٹھیک ہے اور وہ ساتھی صلیب مقدس لے کر فادر لانگ مین کے گھر روانہ ہو گیا۔

فادر اندر سے کنڈی لگاتے اپنے کمرے میں بیٹھا تھا اور ماریا نے ایک دفعہ پھر دانہ پھینکنے کی کوشش کی اور کہا

فادر کیا تمہیں ہنٹ پر اعتماد ہے۔

فادر نے ہنس کر کہا تمہارا کیا خیال ہے؟

ماریا نے کہا فادر! وہ ایک نمبر دھوکے باز اور بدمعاش ہے اس نے تمہیں اس لئے قتل نہیں کیا کہ میں تمہاری موت کے بعد آزاد ہو کر ان کے راستے کا پتھر بن جاؤں گی۔ دوستی کے غلاف میں لپیٹ کر وہ خنجر تمہارے سینہ میں اتارنا چاہتا ہے لیکن اس وقت جب وہ پارس حاصل کرے گا۔

فادر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

لڑکی! تو کیا سمجھتی ہے یہ بال میں نے دھوپ میں سفید کئے ہیں کیا میں نہیں سمجھتا یہ ایک دھوکہ ہے۔ اب پارس پتھر میری ملکیت ہو گا اور ہم یہاں سے اسے لے کر بہت دور چلے جائیں گے جہاں ان دھوکے بازوں کی سوچ بھی نہ پہنچ سکے۔

دروازے پر دستک ہوتی فادر نے دروازہ کھولا تو ہنٹ کا آدمی صلیب مقدس لے کر داخل ہوا اور اسے فادر کے سامنے رکھ کر کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فادر یہ صلیب مقدس شاید آپ کی ہے جو ہمارے ہاں گر گئی تھی سردار نے کہا یہ فادر کو دے آؤ۔

فادر نے کہا میری تو نہیں خیر رکھ دو اور پتہ کرو تمہارے ہی کسی آدمی کی ہوگی جس کی ہو آ کر لے جائے۔

ماریا کا دل باغ باغ ہوگیا صلیب بوتل کے پاس ہی پڑی تھی اور آدمی دے کر جا چکا تھا لیکن فادر کسی گہری سوچ میں پڑا ہوا تھا۔

آدمی نے فادر کو غافل پا کر موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور ایک لکڑی کے بڑے صندوق میں جا چھپا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ اور پریم کمار

ناگ ندی میں ہاتھ منہ دھو ہی رہا تھا کہ اسے ندی میں تیرتی ہوئی ایک لاش نظر آئی جس کے سینے میں لگا ہوا تیر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ناگ نے جلدی سے ندی میں چھلانگ لگا دی اور تھوڑی ہی دور جا کر اس نعش کو پکڑ لیا۔

کنارے پر آ کر اس نے لاش کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکن دیکھی دل آہستہ آہستہ دھڑک رہا تھا یہ زندہ ہے ناگ نے اپنے آپ سے کہا اور اسے اٹھا کر غار کے اندر لے گیا۔

یہ نوجوان اور خوب صورت آدمی تھا تیر لگنے کی وجہ کافی خون بہہ گیا تھا۔ اس لئے کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہو گیا تھا۔

ناگ نے اسے لا کر بستر پر لٹا دیا جب کہ کلادتی ناگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو ایک آدمی اٹھائے ہوئے لاتے دیکھ کر بستر سے اٹھ بیٹھی تھی اور سوالیہ نشان بنی ناگ کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن اس وقت ناگ کی پوری توجہ اس آدمی کی طرف تھی جو ذراسی کوشش سے بچ سکتا تھا اس نے ان پہاڑوں میں جیون بوٹی اُگی ہوئی دیکھی تھی۔ اس بوٹی کو پتھر پر کچل کر لگانے سے خون بھی بند ہو جاتا ہے اور زخم بھی دنوں میں بھر جاتا ہے۔

وہ بھاگتا ہوا باہر آیا اور اس سمت چل پڑا جہاں وہ بوٹی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے جلدی سے۔ جیون بوٹی کے بہت سے پتے توڑے اور پھر تیزی سے غار کے اندر داخل ہو گیا۔ جہاں کلاوتی اس کے پاس بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

ناگ نے جلدی سے جیون بوٹی کو پتھر پر رکھ کر کچلنا شروع کر دیا اور کلاوتی سے کہا کہ بستر کی ایک چادر پھاڑ کر ایک بڑی سی پٹی بنائے۔

پھر اس نے زخمی کے پاس آکر تیر کے بقایا حصے کو جو باہر تھا پکڑا اور ایک زور دار جھٹکے کے ساتھ اسے زخم کے سینے سے نکال لیا۔

زخمی کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی جس سے پوری غار

گونج اٹھی۔ اور زخم سے خون کا فوارہ ابل پڑا زخمی نے خوف سے اپنی پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

ناگ نے کہا

کلاوتی! مضبوطی سے اس کے ہاتھ پکڑ لو کیوں کہ زخم پر یہ بوٹی پہلے تلوار کی طرح لگتی ہے لیکن بعد میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔

جوں ہی کلاوتی نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ناگ نے اس کی دونوں ٹانگیں اپنی ٹانگوں میں مضبوطی کے ساتھ جکڑ لیں۔ زخمی نے دھیرے دھیرے مزاحمت کرتے ہوئے کہا

بھگوان کے لئے مجھے چھوڑ دو مجھے قتل نہ کرو میں تو ویسے ہی مر رہا ہوں مرتے ہوئے کو کیوں مار رہے ہو میں تو چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔

کلاوتی خود دکھی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن ناگ نے زخمی کو مضبوطی سے پکڑ کر اس کے زخم پر کچلی ہوئی جیون بوٹی رکھ دی۔ جو زخم پر تلوار کی طرح لگی اور ایک دفعہ پھر زخمی نے چیخ ماری اور اپنی ماں کو یاد کیا لیکن ناگ نے بوٹی اچھی طرح زخم پر رکھ کر چادر سے پھاڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی پٹی زخم پر باندھ دی۔ تکلیف کی شدت سے زخمی کے ماتھے پر پسینہ آگیا اور وہ ایک دفعہ پھر تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہوگیا۔

کلاوتی نے اپنے دوپٹے سے اس کے ماتھے کا پسینہ پونچھا اور دو آنسو اس کے گالوں پر بہہ نکلے پھر جوں ہی اس کی نگاہ ناگ پر پڑی۔ اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

ناگ نے مسکرا کر کلاوتی کی طرف دیکھا اور کہا

کلاوتی!

یہ تو فطری عمل ہے گھبرا کیوں گئیں۔

کلاوتی نے کہا۔

مجھے شما کریں ناتھ!

کسی اجنبی کے لیے یہ جذبات کسی پتی ورتا استری کو شوبھا نہیں دیتے۔

ناگ نے کہا۔

اچھا ہوا تم نے خود ہی ذکر چھیڑ دیا۔

کلاوتی! میں اپنے متعلق تمہیں سب کچھ بتا دینے کا سوچ رہا تھا۔ میں ایک پرچھائیں ہوں میرے پیچھے بھاگنے کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

میں نے جو تمہاری مدد کی ہے۔ وہ ایک فرض سے ایک عبادت ہے۔

کلاوتی نے کہا

مجھے معلوم ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور ہندو دھرم سے نفرت کرتے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

تم نے غلط سمجھا ہے میں کسی دھرم سے نفرت نہیں کرتا کیوں کہ ہر دھرم انسان کو اچھائیوں کا سبق دیتا ہے مذہب کوئی بھی ہو وہ آپس میں دشمنی رکھنے کو ہرگز نہیں کہتا۔ میرا مطلب تم نے غلط سمجھا ہے۔

کچھ دیر خاموش رہ کر ناگ نے کہا

دیکھو کلاوتی!

میرا جو روپ تم دیکھ رہی ہو وہ اصلی نہیں ہے میں انسان نہیں ہوں۔

کلاوتی نے حیرانی سے ناگ کی طرف دیکھا۔

ناگ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

میں صدیوں پرانا ناگ ہوں جس میں یہ قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جو چاہے بن سکتا ہے۔ میں نے پہلے بھی ہاتھی بن کر تمہیں چیتا سے بچایا۔ دوسری مرتبہ پھر ہاتھی بن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر اپنے ہم نسلوں کی مدد سے تمہیں راجا کے محل سے چتا سے اٹھایا اور اس کے بعد انسان بن کر تمہیں وہاں سے لے بھاگا۔

کلاوتی نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

ناگ نے کہا۔

تمہارا سوال بالکل درست ہے کہ جب مجھے اس سے کچھ حاصل نہیں تھا تو میں نے ایسا کیوں کیا!

سنو کلاوتی۔

اس دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیکی کا کام کرنے سے پہلے اس کا فائدہ نہیں سوچتے اس لئے کہ نیک کام کرنا ان کی فطرت ہوتی ہے۔ ان کا ایمان ہوتا ہے۔ ان کی عبادت ہوتی ہے اور اس کلجگ میں یہ دھرتی ایسے ہی لوگوں کے دم سے بچی ہوئی ہے ورنہ تباہ ہو جاتی۔ ہمیں قدرت نے اسی لئے تو اتنی لمبی عمر عطا کی ہے کہ ہم انسانوں کی بھلائی کرتے رہیں اور دکھیوں کی مدد کرتے رہیں اور مظلوموں کی امداد کریں۔ اور یہ عبادت ہے اور اس سے ہمیں روحانی خوشی ملتی ہے۔

کلاوتی نے مسکرا کر کہا۔

آپ میرا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

نہیں! میں نے سچی بات تمہیں بتا دی ہے میں تو خود چاہتا تھا۔ کہ کسی دوسرے شہر سے جا کر تمہاری شادی کسی بھلے آدمی سے کر دوں تاکہ جس کام کی ابتداء کی ہے اس فرض سے جلدی سبکدوش ہو جاؤں تو یہاں سے جاؤں۔

اب میرا کام آسان ہو گیا ہے یہ لڑکا صورت میں بھی اچھا ہے اور تمہارا ہم عمر بھی ہے اس دوائی سے یہ اچھا ہو جائے گا۔ چند روز اس کی سیوا کرو اور اپنے دل سے میرا خیال نکال دو۔

کلاوتی نے کہا

مجھے اب بھی یہ وشواش نہیں آ رہا ہے کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

اچھا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

ناگ نے پلٹی کھائی اور سانپ بن گیا۔ پھر ہاتھی بن گیا پھر شیر بن گیا۔

کلاوتی خوف اور حیرانی سے دیکھتی رہ گئی اور وہ پھر انسان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ں نے کہا کیوں کیا خیال ہے اب۔

کلاوتی نے کہا

ناتھ! پہلے تو میں آپ کو انسان سمجھتی تھی اور اب بھگوان سمجھتی ہوں!

ناگ نے ہنس کر کہا۔

نہیں کلاوتی!

اچھا انسان ہونا ہی بڑی بات ہے بھگوان تو بہت دور کی بات ہے۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں تم اس کا خیال رکھنا۔

کلاوتی نے شرما کر آنکھیں نیچی کر لیں۔

ناگ نے سوچا اب بات پرانی ہو گئی ہے اسے گھوم پھر کر عنبر اور ماریا کی تلاش کرنی چاہیئے۔ لہذا وہ ہنتر کی طرف نکل گیا۔

دوسری طرف کلاوتی سوچ رہی تھی کہ ناگ نے اسے بھنور سے نکال کر اس کے خیالات کا دھارا پھر بھنور کی طرف موڑ دیا تھا۔

وہ اپنے آپ کو ایک دفعہ پھر طوفان میں گھرے ہوئے تنکے کی طرح سمجھنے لگی تھی۔ جو حالات کے دھارے پر بہتا ہوا جا رہا ہو جس کی کوئی منزل نہ ہو۔

تقدیر قدم قدم پر اسے چرکے لگا رہی تھی۔ اس نے کراہتے ہوئے اجنبی کی طرف دیکھا جس کی آواز نے اس کی سوچوں کا بہاؤ اپنی طرف موڑ لیا تھا۔

اجنبی نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر حیرانی سے کہا۔

کیا میں سورگ میں ہوں دھرتی سے میرا ناطہ ٹوٹ گیا ہے تم سورگ کی اپسرا ہو۔

کلاوتی نے لاجونتی کی طرح سمٹ کر کہا

ایسا نہیں ہے آپ اسی دھرتی پر ہیں۔

اجنبی نے کہا۔

دیوی تم کون ہو اور میں کہاں ہوں؟

کلاوتی نے جواب دیا۔

آپ کو تیر لگا تھا اور آپ بے ہوش ندی میں بہتے آ رہے تھے۔ ایک دیوتا نے آپ کو ندی سے نکال کر مرنے سے بچا لیا آپ کے جسم سے تیر نکال کر ایسا مرہم لگا دیا کہ آپ ٹھیک ہو گئے۔

لیکن تم کون ہو دیوی!

اجنبی نے سوال کیا۔

کلاوتی نے جواب میں بتایا کہ میں دیوی نہیں ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلکہ داسی ہوں۔

اجنبی نے کہا۔

وہ دیوتا کہاں ہیں۔ جنھوں نے میری جان بچائی ہے۔ میں ان کے چرن چھونا چاہتا ہوں۔

کلاوتی نے کہا۔

کہیں گئے ہیں اور اگر کوئی اچھا ہو تو اس داسی کو بتا دیں۔

اجنبی نے کہا۔

ہو سکے تو تھوڑا پانی پلا دیں پیاس سے میرے گلے میں کانٹے چبھ رہے ہیں۔

ابھی لائی کہہ کر کلاوتی ایک طرف گئی اور پھولوں کا رس ایک پیالے میں نچوڑ کر لے آئی۔

اجنبی نے اُٹھنا چاہا لیکن زخم نے اسے اس کی اجازت نہ دی اور وہ کراہ کر رہ گیا تب کلاوتی نے شرماتے ہوئے اسے اپنے جسم کا سہارا دے کر اٹھایا اور پیالہ اس کے مونہہ سے لگا دیا چند گھونٹ رس کے پینے کے بعد اجنبی نے تشکر بھری نظروں سے کلاوتی کی طرف دیکھا۔

کلاوتی کا سارا لہو سمٹ کر گالوں میں شرم کے مارے

آگیا اور اس کی پلکیں جھک گئیں اور اس نے آرام سے سہارا دے کر اجنبی کو پھر لٹا دیا۔

اسی وقت ناگ کھانا اور پھل لے کر غار میں داخل ہو گیا۔ اجنبی نے سوالیہ نگاہوں سے کلاوتی کی طرف دیکھا۔

کلاوتی نے کہا۔

یہی وہ دیوتا ہیں جنھوں نے آپ کی جان بچائی ہے

اجنبی نے اٹھنا چاہا لیکن ناگ نے اسے روک دیا اور کہا۔

لیٹے رہو ابھی تمہارا زخم کچا ہے

اجنبی نے کہا۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے آپ کا شکریہ ادا کروں آپ نے مجھے دوبارہ زندگی دی ہے۔

ناگ نے کہا۔

ایسی باتیں نہ کرو بھائی! انسان بھلا کسی کو کیا زندگی دے سکتا ہے۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا فرض سمجھ کر تمہاری مدد کی ہے ایک دفعہ اور جیون بوٹی تمہارے زخم پر لگانے سے زخم ٹھیک ہو جائے گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اس نے کلاوتی سے کہا۔

تم مہمان کو پھل وغیرہ کھلاؤ اور میں اس کے لئے جیون بوٹی لے کر آتا ہوں۔

کلاوتی نے ایک دفعہ پھر اپنے جسم کے سہارے اجنبی کو بٹھایا پھر کھانا اور پھل وغیرہ اس کے سامنے رکھ دیئے۔

اجنبی خدا جانے کب سے بھوکا تھا کھانے لگا کھانے کے دوران وہ کلاوتی کو بھی دیکھ لیتا اور کلاوتی جو کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک دم سے نظریں جھکا لیتی آخر اجنبی نے کلاوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

کھما کرنا دیوی! کیا میں پوچھ سکتا ہوں ان دیوتا سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔

کلاوتی بے چاری سوچ میں پڑ گئی کہ کیا جواب دے تو اجنبی نے کہا۔

دیوی! شاید میرا سوال اس قابل نہ تھا کہ آپ جواب دیتیں۔

کلاوتی نے کہا۔

نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ جو رشتہ آپ کا ان سے ہے وہی میرا ہے۔ مجھے

بھی مصیبتوں کے طوفان سے یہی دیوتا نکال کر لائے تھے میری زندگی پر بھی ان کا بہت بڑا احسان ہے۔

پھر ناگ کے آجانے سے یہ گفتگو یہیں ختم ہو گئی جو بوٹی لے کر آ رہا تھا۔

اس نے ایک دفعہ پھر تازہ بوٹی زخم پر لگا کر پٹی باندھ دی اور کلاوتی نے اجنبی کو بستر پر لٹا دیا جب کہ ناگ پاس بیٹھ گیا اور اس سے کلاوتی سے کہا۔

تم بھی کھانا کھا لو۔

کلاوتی نے کہا۔

آپ نہیں کھائیں گے۔

ناگ نے کہا۔

مجھے بھوک نہیں تم کھانا کھا لو میں ذرا ان سے باتیں کر لوں۔

پھر اس نے اجنبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اگر تم اس میں برائی نہ سمجھو تو مجھے اپنے متعلق بتاؤ وہ کون تھا کہ جس نے تمہاری زندگی سے کھیلنے کی کوشش کی اور کیوں کی؟

اجنبی نے کہا

میرا نام پریم کمار ہے اور میں ہنومان گڑھی کا رہنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والا ہوں میری ماں جب میں چھوٹا ہی تھا مرگئی ۔ میرا ایک بڑا بھائی بھی ہے جس کا نام ادیپ کمار ہے اور باپ کا نام کرشن کمار ہے جو اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں میں شمار ہوتے تھے ۔ بڑے ارمانوں سے پتا جی نے بڑے بھائی کی شادی کی تھی ۔ لیکن جب وہ بہو بیاہ کر لائے تو چند ہی روز میں بہو کا سلوک ان سے بدل گیا شادی کے بعد اپنا سارا کاروبار پتا جی نے بڑے بھائی کے سپرد کر دیا تھا ۔

بھابھی بڑے بھیا کے میرے اور پتا جی کے خلاف اکثر کان بھرا کرتی تھیں ۔ اور ان کو سکھایا کرتی تھیں کہ تمام کاروبار تو تمہارے نام ہے ہی جائداد بھی اپنے نام لکھوا لو ۔ پہلے تو بھیا نے اسے ڈانٹ دیا آخر ہر روز کی لگائی بجھائی سے تنگ آ کر ایک روز انہوں نے پتا جی سے جائداد کا مطالبہ کر ہی دیا ۔

پتا جی نے بہو کے لچھن دیکھ لئے تھے لہذا انہوں نے صاف انکار کر دیا ۔

پھر چند روز کے بعد ہی پتا جی سورگ کو سدھار گئے بعد میں پتہ چلا کہ یہ بھی بھابھی ہی کے کارن ہوا تھا انہوں نے روزانہ کھانے میں تھوڑا تھوڑا زہر پتا جی کو دینا شروع کر دیا تھا ۔

اجنبی اپنی کہانی سنا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے ۔

ناگن نے کہا

بڑے دکھ کی بات ہے جو چیز اسی دنیا میں رہ جاتی ہے اس کے لئے لوگ بڑے بڑے ظلم کرتے ہیں اور جو چیز مرنے کے بعد قبر میں ساتھ جاتی ہے اسے یکسر بھول جاتے ہیں ۔

پریم کمار نے ہاتھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ۔

پتا جی کی موت کے بعد تمام جائداد پر بھی بھیا نے قبضہ کر لیا اب میرے ساتھ بھی بھیا اور بھابھی کا سلوک نوکروں کی طرح ہو گیا ۔ بات بات پہ گالیاں دینا اور مارنا روزمرہ کا معمول بن گیا تھا ۔

ایک روز میرے بھیا میرے سامنے کچھ کاغذات لے کر آئے اور کہا ۔

ان پر دستخط کر دو ۔

میں نے کاغذات دیکھے وہ جائداد کی دست برداری کے تھے جن میں لکھا تھا میں پریم کمار ولد کرشن کمار اپنے حصے کی جائداد سے اپنے بھائی ادیپ کمار کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھیا اور بھابھی کے سلوک نے مجھے ان سے متنفر کر دیا تھا اور پھر مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ پتا جی کو زہر دے کر مارا گیا ہے میں نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا

بھیا تمہارا خون کیوں سفید ہو گیا ہے کاروبار پر قبضہ کر چکے ہو اب جائداد بھی ہتیا کر مجھے بھیک منگوانا چاہتے ہو

بھیا اور بھابھی اس بات پر ناراض ہو گئے۔

کلاوتی کھانا چھوڑ کر باتیں سننے لگی تھی سچ بات ہے دکھی ہی دکھی کی مصیبت جان سکتا ہے۔

پریم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

پھر ایک روز میرے بھیا مجھے شکار کے لئے ساتھ لے گئے اور موقعہ کی تلاش میں رہے شام کے وقت جب میں پیاس سے بے حال ہو کر ندی پر پانی پینے گیا تو میرے سینے پر تیر آ کر لگا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا اور سر چکرا گیا میں نے دیکھا میرے بھیا کمان نیچی کر کے مسکرا رہے تھے اور میں چکرا کر ندی میں گر گیا جس کا تیز بہاؤ مجھے اپنے ساتھ ہی بہا کر لے گیا۔

ناگ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا تم نے ٹھیک ہی کہا۔

انسان کا خون سفید ہو گیا ہے دولت کی ہوس نے اسے

انسان سے حیوان بنا دیا ہے۔ وہ نہیں جانتا جس جائیداد کے لئے اس نے اپنے باپ اور بھیا کا خون کیا ہے اسی طرح اس کی اولاد بھی اس جائیداد کے لئے اسے یا تو زہر دے کر مار دے گی اور یا پھر تیر سے۔ اس کا سینہ چھلنی کر دے گی۔

اب تم بتاؤ پریم۔ بھائی اور بھابھی سے بدلہ لینا چاہتے ہو یا جائداد میں اپنا حق لینا چاہتے ہو تو میں تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں۔

پریم نے کہا

نہیں دیوتا! مجھے دولت جائیداد سے نفرت ہو گئی ہے جو دولت بھائی کو بھائی کا اور باپ کا بیٹے کو دشمن بنا دے وہ کس کام کی ہے میں اب واپس اپنے شہر بھی جانا نہیں چاہتا ٹھیک ہو کر یہاں سے دور چلا جاؤں گا اور اپنی محنت سے اپنی دنیا آباد کروں گا۔

ناگ نے کہا

شاباش! تم نے ثابت کر دیا کہ انسان بڑا اپنے وچاروں سے ہوتا ہے اپنے کردار سے ہوتا ہے دولت سے نہیں ایک ہی ماں کی کوکھ سے جنم لینے والے دو بیٹے ایک شیطان بھی ہوتا ہے اور دوسرا انسان بھی۔۔ لالچ انسان کو اندھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیتا ہے اور وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا جس راہ پر وہ جا رہا ہے وہ جہنم کی طرف اسے لے جا رہی ہے۔

یاد رکھو جو کانٹے بوئے گا اسے پھولوں کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودے ایک روز ضرور اسی میں جا گرے گا۔

مجھے خوشی ہے کہ تم اچھے خیالوں کے آدمی ہو اور میں تمہیں نئی دنیا بسانے میں مدد دوں گا تمہیں جتنی دولت چاہیئے میں دوں گا تمہیں گھر بسانے کے لئے جتنی چاہیئے میں دوں گا۔

پریم نے مسکرا کر کلاوتی کی طرف دیکھا اور کلاوتی نے شرم سے نظریں نیچی کر لیں۔

پھر پریم نے کہا

ہم نے سنا تھا کہ بھگوان انسانوں کا بھیس بدل بدل کر دھرتی پر آتے ہیں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے بلاشبہ آپ بھگوان کے اوتار ہیں۔ ورنہ اس کلجگ میں کوئی بھی دوسروں کے لئے اپنا آپ مصیبت میں نہیں ڈالتا۔ آپ جیسے دیوتا اس قابل ہیں کہ من مندر میں ان کی مورتی رکھ کر جیون بھر اس کی پوجا کی جائے۔

ناگ نے کہا

بس! بس! مجھے آسمان پر مت پہنچاؤ۔ اس دھرتی پر ہی رہنے دو۔

پھر ناگ نے چھپایا ہوا ڈھیر سارا سونا باہر نکالا اور کہا۔

پریم یہ تمام سونا میں تمہیں کلاوتی کے جہیز میں دوں گا اور یہاں سے جس شہر تم چاہو پہنچا کر تمہاری شادی کروں گا۔

کلاوتی نے شرم سے جلدی سے اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ لئے۔

ناگ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

"شرما گئی"۔

پھر چند روز کے بعد جب پریم کے زخم اچھے ہو گئے تو ناگ نے گھوڑا گاڑی میں جوتا۔ پریم اور کلاوتی کو پیچھے بٹھایا۔ تمام سونا پریم کے حوالے کیا اور یہاں سے روانہ ہو گیا اور منزلیں مارتا ہوا رام نگر جا کر ہی سانس لیا۔

یہ ایک خوب صورت اور چھوٹی سی بستی تھی جہاں جا کر مندر میں پریم اور کلاوتی کی شادی کر دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر گھوڑا گاڑی اور سونا وغیرہ دے کر دونوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا دونوں کو پیار کیا سدا سکھی رہنے کی دعائیں دیں اور ناگ ان سے رخصت ہوا۔ جبکہ دونوں کی آنکھوں میں اس سے جدا ہونے کے غم میں آنسو چھلک آئے اور انہوں نے روتے ہوئے ناگ کو رخصت کیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

گناہِ معصوم

سویٹی آنکھیں بند کئے ہاتھ جوڑے متواتر کہے جا رہی تھی مجھے نہ مارو۔ مجھے میرے پاپا کے پاس لے چلو۔ میں کسی سے نہیں کہوں گی جلوس والے مہمان کو تم لوگوں نے تیر سے مارا تھا۔

عنبر کی زبان گنگ ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے بولنا چاہا لیکن گلا رُوند کر رہ گیا۔ اس نے سویٹی کے ننھے ننھے ہاتھوں کو چوم لیا۔

سویٹی نے خوف کے مارے ایک آنکھ کھول کر دیکھا اور پھر عنبر کو پہچان کر وہ چیخ مار کر اس کے سینے سے لپٹ گئی اور اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ بڑا رقت انگیز منظر تھا۔ سویٹی عنبر کے سینے سے ایسی چمٹی ہوئی تھی جیسے بندریا کا بچہ بندریا سے چمٹا رہتا ہے۔

عنبر نے سویٹی کا خوف کم کرنے کے لئے پہلے اپنے آپ پر قابو پایا اور پھر سویٹی سے کہا۔ بیٹا انکل کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھو۔سویٹی نے عنبر کی طرف محبت بھری نظر سے دیکھا۔
عنبر نے کہا بہادر بچے بھی بھلا رویا کرتے ہیں۔ تم نے تو اتنا بڑا کام کیا ہے کہ تمہیں ڈھیر سارا انعام ملے گا۔

سویٹی نے حیرت سے عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کہا ایک ننھی سی گڑیا نے بہت بڑے قاتلوں کو گرفتار کروا دیا ہے۔ تم نے تو بڑی بہادری کا کام کیا ہے تمہارے سکول والے، تمہارا ڈیڈی اور ممی، تمہارے ٹیچر سب تم کو سارے سکول کے بچوں کو اکٹھا کر کے تمہیں کھلونے، کتابیں، مٹھائیاں دیں گے۔

سویٹی کی پھر ڈھارس بندھی اور اب اسے احساس ہوا کہ شاید اس نے کوئی بڑا کام کیا ہے۔ پھر اسے اچانک کچھ یاد آگیا اور اس نے روٹھنے والے انداز میں کہا۔" انکل آپ سے میری چھو ہے"

"کیوں۔بھئی انکل کا بیٹا پیارا پیارا سا انکل سے کیوں چھو کرنے لگا؟"

سویٹی نے کہا۔"بھول گئے۔ آپ نے کہا تھا جب میں واپس آؤں گا تو اپنی بیٹی کو ایک بہت اچھا تحفہ دونگا"

"عنبر نے جواب دیا۔" ارے نہیں بھئی۔ بھلا انکل اپنا وعدہ کیسے بھول سکتا ہے۔ انکل جب تحفہ لے کر سویٹی کے گھر

پہنچے تو پتہ چلا ہمارا بیٹا ہی کہیں کھو گیا ہے۔"

اب سویٹی کو پھر یاد آگیا اور اس نے سرگوشی کی۔ "انکل یہ بہت بڑے لوگ ہیں۔ چلو یہاں سے بھاگ چلیں۔ یہ تیروں سے مار ڈالتے ہیں۔ انہوں نے میرے سامنے جلوس والے مہمان کو تیروں سے مار ڈالا تھا۔"

چاروں زخمی قاتلوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کہا۔"تم فکر نہ کرو۔ میرے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے کہ میرے بیٹے کو کچھ کہہ سکے"۔ پھر عنبر نے کہا۔"جانتی ہو انکل تمہارے لئے کیا تحفہ لائے تھے؟"

سویٹی نے کہا۔"کیا انکل؟"

عنبر نے کہا۔"ہم سویٹی بیٹی کی ممی کو ساتھ لائے تھے"۔

"سچ انکل"۔ خوشی سے سویٹی کے چہرے پر رونق آگئی۔

عنبر نے کہا۔"اور کیا؟"

سویٹی نے کہا۔"انکل کہاں ہیں میری ممی۔ آپ نہیں جانتے۔ جب ڈیڈی سو جاتے تھے نا۔ پھر میں اٹھ کر ممی کی تصویر کے پاس جا کر اسے سینے سے لگا کر خوب رویا کرتی تھی۔ ڈیڈی کے ڈر سے ان کے سامنے ممی کی کوئی بات نہیں کرتی تھی۔ ڈیڈی بھی ممی کی تصویر دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رونے لگتے تھے نا۔ انکل کہاں ہے میری ممی؟"

عنبر نے کہا۔ "بیٹی وہ تمہارے ڈیڈی کے پاس گھر پر تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

سویٹی نے ضد کرتے ہوئے کہا۔ "پلیز انکل مجھے ممی کے پاس لے چلو نا۔"

عنبر نے کہا "ضرور چلیں گے میرے چاند تم فکر نہ کرو۔ پہلے کشتی کو ٹھیک کرنا ہے نا۔ اگر اسے ٹھیک نہیں کریں گے تو واپس کیسے جائیں گے۔"

عنبر نے چاروں قاتلوں کو حکم دیا۔ "سب مل کر کشتی کا سامان باہر نکالو۔"

قاتلوں نے تمسخر اڑانے والے انداز میں عنبر کی طرف دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر سامان باہر نکالنے لگے۔ عنبر بھی سویٹی کو لے کر باہر آگیا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام تہ خانے کا سامان باہر اکٹھا کر دیا گیا۔ جس میں کھانے پینے کے سامان کے علاوہ بہت سی مختلف قسم کی رسیاں، بیلچے، کلہاڑی اور دیگر مرمت کے اوزار بھی شامل تھے۔

عنبر نے دوسرا حکم دیا۔ "تم چاروں مل کر کشتی کے تہ خانے میں جو پانی اور کیچڑ اکٹھا ہو گیا ہے اسے خوب اچھی طرح دھو کر کشتی کو دھوپ میں ڈال دو۔"

چاروں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بالٹی برش وغیرہ لے کر اندر اتر گئے۔ جبکہ عنبر باہر سویٹی کے پاس ایک پتھر پر دھوپ میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ سردی کی وجہ سے اسے ڈر تھا کہ کہیں سویٹی بیمار نہ ہو جائے۔ اسی لئے اس نے سویٹی کو تاکید کی کہ وہ دھوپ میں آکر بیٹھ جائے۔ اور خود بھی اس کے پاس بیٹھ کر اس کی میٹھی میٹھی باتوں سے لطف لینے لگا۔

اندر چاروں قاتلوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "دوستو! خدا کا شکر ہے کہ ہم چاروں میں سے کسی کو بھی کوئی مہلک زخم نہیں آیا۔ معمولی چوٹیں آئی ہیں جن کی ہم نے کبھی پروا نہیں کی۔"

پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "دوستو! مجھے تو یہ آدمی کوئی پاگل لگتا ہے۔ بچی سے جان لینے کے بعد بھی کہ ہم قاتل ہیں، بڑے اطمینان سے ہم پر حکم چلا رہا ہے۔ اسے شاید یہ علم نہیں جو کام وہ ہم سے کروا رہا ہے وہ تو ہمیں کرنے ہی تھے۔ کشتی کی مرمت کے بغیر سفر ممکن ہی نہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "وہ ایسے اطمینان سے بچی سے باتیں ہنس ہنس کر کرتا ہے جیسے ہم اس کے باپ کے نوکر ہیں۔ اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علم نہیں۔ چار اور چار آٹھ ہاتھ مل کر جب چاہیں اس کا گلا دبا کر مار سکتے ہیں۔"

تیسرے نے کہا "یہ بھی اچھا ہوا وہ تنہا ہے اور اس الّو کی پٹھی بچی نے اس کے سامنے قتل کا راز اگل دیا جو گھڑے کی مچھلی کی طرح سے ہمارے قبضے میں ہے۔ جب چاہے گا ہاتھ ڈال کر پکڑ لیں گے اور مروڑ کر رکھ دیں گے"

چوتھے نے کہا "اس کے ساتھ ہی بچی کو بھی ختم کر دو۔ سانپ جتنا چھوٹا ہوتا ہے اتنا ہی خطرناک ہوتا ہے"

سب نے کہا۔ "بالکل ٹھیک ہے۔ پہلے اس آدمی کو ٹھکانے لگائیں گے اور پھر اس سپولیے کو کچل دیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد چاروں نے اچھی طرح کشتی کو دھو کر صاف کر دیا اور باہر نکل کر اسے دھوپ میں سوکھنے کے لئے ڈال دیا۔

عنبر نے چاروں کو دیکھا اور ان کے چہروں سے ان کے دل کا حال جان گیا کہ وہ اسے تنہا سمجھ کر ٹھکانے لگانا چاہتے ہیں۔ عنبر نے ایک غار میں کمبل وغیرہ بچھا کر سویٹی سے کہا جب تک ہم کشتی کی مرمت کرتے ہیں تم سو جاؤ۔ میں نہیں چاہتا تم بیمار ہو جاؤ اور تمہاری ممی

اور ڈیڈی تمہیں دیکھ کر پریشان ہوں۔ دراصل وہ سویٹی کے سامنے کوئی دنگا فساد نہیں کرنا چاہتا تھا اسے معلوم تھا کہ اگر لڑائی سویٹی کے سامنے ہوئی تو وہ پھر خوف و ہراس کا شکار ہو جائے گی۔ عنبر سویٹی کو لے کر ان پتھروں میں بنے غار میں سلانے چلا گیا۔

دوسری طرف چاروں نے اس کے قتل کی تیاری مکمل کر لی۔ ایک نے بیلچہ پکڑ لیا۔ دوسرے نے کلہاڑی، تیسرے کے پاس خنجر موجود تھا اور چوتھے نے سامان سے تلوار نکال کر ہاتھ میں کر لی۔ جونہی عنبر سویٹی کو سلا کر غار سے باہر آیا، چاروں ہتھیار لے کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

عنبر نے بڑا مسکین بن کر کہا "بھائیو! میں کمزور سا آدمی ہوں۔ آپ میری جان بخش دیں۔ مجھے نہ ماریں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

قاتلوں میں سے ایک نے کہا "بیوقوف، قتل کے راز سے پہلے لڑکی واقف تھی اب تم بھی جان گئے ہو۔ گو کہ ہم خطرے سے دور چلے آئے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایک خفیہ راز کو راز ہی رہنا چاہیے۔"

عنبر نے انکساری سے کہا "میں کسی سے بھی کچھ نہ کہوں گا۔ یہ لڑکی تو دیوانی ہے۔ بھلا آپ جیسے شریف آدمی کیسے کسی کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قتل کر سکتے ہیں۔"

چاروں نے قہقہہ لگایا اور کہا نامعقول گدھے۔ ہم شریف نہیں قاتل ہیں۔ لڑکی نے ٹھیک کہا ہے۔ اب تم دونوں اس راز کو سینے میں دبائے قبر کی تاریکی میں غرق کر دیئے جاؤ گے۔"

ایک نے کہا "دیکھو اب کیسی مسکین صورت بنائے کھڑا ہے اس سے پہلے الّو کا پٹھا ہمیں حکم دے رہا تھا جیسے ہمارا سردار یہی تو ہے۔"

الّو کے پٹھے پر عنبر کو غصہ آگیا۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کو گالی برداشت نہیں کر سکتا اور آتش فشاں کی طرح پھٹ جاتا ہے۔ عنبر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ قاتلوں نے اس کا یہ روپ دیکھا تو سوچنے لگے کہ کیا یہ وہی بیوقوف سا آدمی ہے۔ جو چند لمحے پہلے جان کی امان مانگ رہا تھا ہاتھ جوڑ کر۔

عنبر نے کہا "تم وزیر اعظم کے قاتل ہو۔ ہتھیار پھینک کر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو ورنہ تم لوگوں کی لاشوں پر گدھ اور جنگلی جانور دعوت اڑائیں گے۔"

چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر چاروں نے ایک ساتھ عنبر پر حملہ کر دیا۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران

رہ گئے کہ عنبر کے جسم پر کسی ہتھیار کا بھی کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ وہ وار پر وار کرتے رہے اور عنبر ان کا منہ تکتا رہا۔ آخر جب اس کے جسم پر کسی ہتھیار کا اثر نہ ہوا تو چاروں حیرت کی تصویر بنے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

تب عنبر نے کہا "تم میں سے دو آدمی وزیر اعظم کے قاتل ہیں وہ دونوں ایک طرف کھڑے ہو جائیں۔"

دونوں قاتل غیر ارادی طور پر ایک طرف ہو گئے۔ دوسرے دو جوان کے ساتھی تھے ان کو عنبر نے حکم دیا یہاں سے رسیاں اٹھاؤ اور ان دونوں قاتلوں کی مشکیں باندھ دو۔ دونوں ساتھی خاموش کھڑے رہے۔ عنبر نے آگے بڑھ کر ان کے منہ پر ایک ایک زوردار طمانچہ جڑ دیا۔ دونوں کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ عنبر نے غصے سے کہا۔ حکم کی تعمیل کرو۔ دونوں نے جلدی جلدی قاتلوں کو رسیوں سے باندھنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں کی مشکیں کس دیں۔

عنبر نے کہا۔ یہ دونوں قانون کے مجرم ہیں اور اسکی امانت ہیں۔ واپس لے جا کر انہیں زندہ قانون کے حوالے کرنا ہوگا۔ اب تم دونوں میں سے ایک دوسرے کی مشکیں کس دے۔ لہٰذا ڈر کے مارے فوراً ایک ساتھی نے دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھی کی مشکیں کس دیں ۔ باقی اب صرف ایک رہ گیا ۔ عنبر آگے بڑھا ایک رسی لے کر عنبر نے اپنے ہاتھوں سے اس کی بھی مشکیں کس دیں ۔ پھر ان چاروں کو گھسیٹ کر ایک طرف چٹانوں کے درمیان ڈال دیا اور اس کے بعد اوزاروں سے کشتی کی مرمت شروع کر دی اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ مرمت کے کام سے فارغ ہو چکا تھا ۔

عنبر نے سمندر کے پانی سے ہاتھ وغیرہ دھوئے ، ایک نظر ان چاروں کو چٹانوں کے درمیان پڑے دیکھا اور پھر اندھیرا ہوتے ہی وہ سویٹی کے پاس غار میں چلا گیا ۔ لیکن سویٹی کا بستر خالی دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا ۔ سویٹی بستر پہ موجود نہ تھی ۔ جزیرے پہ مکمل طور پہ سورج غروب ہوتے ہی اندھیرا چھا گیا تھا اور عنبر کے پاس روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا ۔ آسمان تاریک تھا اور چاند کا بھی کہیں پتہ نہیں تھا ۔ ستارے بھی شاید سیاہ چادر اوڑھ کر سو گئے تھے ۔ عنبر بھاگ کر قیدیوں کے پاس آیا وہ بندھے پڑے تھے اور سویٹی ان کے پاس بھی نہ تھی ۔ اس نے زور زور سے سویٹی کو آوازیں دیں کہ اگر کہیں آس پاس ہی ہو گی تو آ جائے گی ۔ لیکن اس کی آواز گنبد کی صدا کی طرح پہاڑی پتھروں سے ٹکرا کر

لوٹ آئی ۔

عنبر فکر مند ہو گیا کہ شاید یہاں کوئی جنگلی جانور ہی ہو اور وہ ہی سویٹی کو سوتا دیکھ کر اٹھا لے گیا ہو یا پھر کوئی درندہ ۔ اس خیال ہی سے اسے جھرجھری سی آگئی اور وہ اندھیرے ہی میں آوازیں دیتا ہوا سویٹی کی تلاش میں جزیرے کے اندر کی طرف چل پڑا ۔

اب سویٹی پر کیا بیتی ، اسے قسمت کا ہی ہیر پھیر کہنا چاہئے ۔ عنبر جب کشتی مرمت کرنے میں مصروف تھا تو سویٹی نیند سے بیدار ہو گئی اور غار سے باہر آگئی ۔ باہر عنبر کو مصروف پا کر اس ڈر سے اس نے عنبر کو نہیں بلایا کہ انکل پھر اسے سو جانے کا حکم دیں گے اور نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی ۔ اس نے نیند کی حالت میں اپنے ڈیڈی کو بیمار اور ممی کو فکر مند دیکھا تھا جو اسے یاد کر کے رو رہی تھی سویٹی کا بھی دل بھر آیا تھا ۔ بیدار ہونے کے بعد وہ بھی عنبر سے چوری روتی رہی ۔ آخر جب دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو اس نے سوچا چل کر منہ ہاتھ دھو لوں ۔ انکل نے اس حال میں دیکھا تو ناراض ہوں گے ۔ وہ سمندر کے کنارے پانی سے منہ ہاتھ دھونے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگی ۔ اسی وقت ایک مگرمچھ کنارے پر پڑی ریت میں موجود تھا ۔ اس نے جو شکار دیکھا تو دبے پاؤں سوٹی کے پاس پہنچ گیا ۔

جونہی سوٹی اٹھ کر واپس آنے لگی مگرمچھ نے اس کی ٹانگ منہ میں لے کر پانی میں چھلانگ لگا دی اور اسے کنارے سے دور لے گیا ۔

جسے خدا رکھے اسے کون چکھے ۔ جونہی وہ سوٹی کو لے کر تھوڑی دور گیا ایک گھڑیال نے شکار چھیننے کے لئے اس پر حملہ کر دیا ۔ بپھر گیا تھا ۔ دونوں بلاؤں کے درمیان جنگ چھڑ گئی ۔ سوٹی اس دوران میں بے ہوش ہو چکی تھی ۔ مگرمچھ نے اسے چھوڑ کر گھڑیال پر حملہ کر دیا ۔ سمندر کی لہریں اسے بہا کر دور کنارے پر اگی ہوئی جھاڑیوں میں لے گئیں اور جھاڑیوں نے اسے اپنے اندر چھپا لیا اور وہ ان جھاڑیوں میں بے ہوش پڑی رہی ۔

عنبر اسے تلاش کرتے ہوئے جزیرے کے اندر دور تک چلا گیا ۔ قاتلوں نے اس کو آوازیں دیتے سن لیا تھا اور ان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ عنبر بچی کی تلاش میں چلا گیا ہے ۔ انہوں نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور پھر ایک

دوسرے کی مدد سے اپنی بندشیں ڈھیلی کرنی شروع کر دیں وہ اپنے منہ اور دانتوں سے ایک دوسرے کی گرہیں کھولنے میں مصروف ہو گئے ۔

دوسری طرف گھڑیال نے مگرمچھ کو ختم کر دیا لیکن خود بھی شدید زخمی ہو گیا اور شکار کو بھول کر اپنی جان بچانے کے لئے گہرے پانی میں چلا گیا ۔

قاتلوں نے موقع سے پورا فائدہ اٹھایا ۔ کشتی مرمت ہو چکی تھی ۔ وہ چپ چاپ کشتی کو دھکیل کر پانی میں لے گئے اور چاروں اس میں بیٹھ کر یہاں سے فرار ہو گئے ۔

عنبر رات بھر سوٹی کو تلاش کرتا رہا اور پھر جب مایوس ہو کر واپس آیا تو قاتلوں سمیت کشتی بھی غائب تھی ۔ عنبر بہت پریشان ہوا ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فادر لونگ مین

رات کے وقت فادر لانگ مین نے حصار کھینچ کر اس میں بیٹھ کر کالے علم کا جاپ شروع کر دیا وہ رجنی اور اس کے خاوند کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہ کہاں ہیں اور ان کو وہیں اسیر کر کے ان سے پارس پتھر حاصل کرنا چاہتا تھا ماریا بوتل میں بند سب کچھ دیکھ رہی تھی کہ یہ ظالم ان غریبوں کو لوٹنے کے لئے پھر انہیں اسیر کر رہا ہے یہ کیسے لالچی انسان ہیں جو دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈالنا برا نہیں سمجھتے۔ جو اپنے مفاد کی خاطر انسانی زندگیوں سے کھلونوں کی طرح کھیلتے ہیں بے چاری رجنی نے شادی کے بعد ایک دن بھی سکھ کا نہیں گزارا۔ یہ دولت کیا چیز ہے انسان کے پاس نہ ہو تو بھی وہ مصیبت میں مبتلا رہتا ہے اور اگر ہو تو بھی مصیبت چہرے بدل بدل کر اس کا سکون برباد کر دیتی ہے۔

فادر لونگ مین اپنے جاپ میں کھویا ہوا تھا۔ صلیب

مقدس اب بھی بوتل کے پاس پڑی ہوئی تھی لیکن شیشے کی اس بوتل کو توڑ کر باہر آنا ماریا کی طاقت سے باہر تھا۔ پھر لکڑی کا صندوق کا ڈھکنا کسی سیٹی کی آواز سن کر کھلا اور بدمعاشوں کا وہ ساتھی جو صلیب لے کر آیا تھا اور جانے کی بجائے صندوق میں چھپ گیا تھا۔ چپ چاپ بغیر کوئی آہٹ کئے باہر نکلا اور اس نے جا کر باہر کا دروازہ آہستہ سے کھول دیا۔ بدمعاش ایک ایک کر کے کمرے میں داخل ہوتے چلے گئے۔

ماریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ دوسروں کو برباد کرنے والا خود بھی بربادی کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔

فادر لونگ مین نے زور سے کہا

اے زمین! ان دونوں کے پاؤں پکڑ لے۔

پھر اس نے قہقہہ لگایا جو اس خاموشی میں بہت بھیانک معلوم ہوا۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ سر اور جسم کے بال کھڑے ہو گئے تھے پھر اس نے کہا

اے اُلو کے سر اور بکرے کے جسم والے غلام حاضر ہو جا۔

پھر سامنے ایک ہیولا سا نمودار ہوا اور اس نے اُلو کے سر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بکرے کے جسم والی صورت اختیار کر لی اس کے ہاتھ انسان
کے تھے اور کافی لمبے تھے۔ قد گھوڑے کے برابر تھا اور
سارے جسم پر انسانوں کی طرح بال تھے۔ لیکن یہ بال موٹے
اور کانٹوں کی طرح سے کھڑے تھے۔ چہرہ کافی لمبی تھی اور
وہ دیدے گھما گھما کر فادر کو دیکھ رہا تھا۔ پچھلے ہوئے
بدمعاشوں نے اسے دیکھ کر کپکپی محسوس کی۔

فادر نے کہا

وہ سوالاں ندی کے کنارے جنگل میں گولر کے درخت کے
نیچے کھڑے ہیں اور زمین نے میرے حکم سے ان کے پاؤں کو
جکڑ رکھا ہے جا اور جا کر ان سے پارس پتھر چھین کر میرے
پاس لا۔

اس بلا کا جسم پھر ہیولے میں تبدیل ہو گیا اور پھر وہ ہیولا
بھی غائب ہو گیا۔

بدمعاشوں نے خوشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور
اپنے خنجروں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

ماریا دل ہی دل میں کہہ رہی تھی

فادر فکر نہ کرو تم جیسے فرعون کے لئے خداوند نے موسےٰ
کو بھیج دیا ہے۔ یہ پارس پتھر تم سب کو قبروں میں پہنچا کر
دم لے گا۔

ہنٹ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں جس
کے لئے وہ سات جنموں سے دربدر کی خاک چھان رہے
تھے وہ ایک دفعہ پھر ان کے قبضے میں آنے والی تھی اسے یہ
چند لمحے گھنٹوں کی صورت نظر آ رہے تھے۔

ہیولا ایک دفعہ پھر کمرے میں نمودار ہوا اور پھر اسی نے
اسی بلا کی صورت اختیار کر لی اس کے لمبے لمبے ہاتھوں میں
پارس دبا ہوا تھا اور اس نے پتھر کو فادر کے قدموں میں لا
کر رکھ دیا۔

فادر لانگ مین نے خوشی سے ایک چیخ ماری اور پارس کو
اٹھا کر چوم لیا۔

ماریا ایک دفعہ پھر اپنی بے بسی پر پریشان ہو گئی۔ وہ
بے بس تھی اور رجنی کی مدد کرنے سے مجبور تھی۔

فادر پارس پتھر کو ہاتھ میں لئے خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا
پھر اس نے بلا کی طرف دیکھ کر کہا

جا اب مجھے تیری ضرورت نہیں

بلا ہیولا بن کر پھر غائب ہو گئی اور فادر لانگ مین حصار
سے باہر نکل آیا۔

اسی وقت کا ہنٹ اور اس کے ساتھیوں کو انتظار تھا کیونکہ
حصار کے اندر وہ فادر پر حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرا فادر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی وقت اس بلا کو بُلا سکتا تھا۔ لیکن حصار ختم کرنے کے بعد
کسی طاقت کو بلانے کے لئے پھر لمبے چوڑے جاپ کی ضرورت
ہوتی ہے۔

فادر نے حصار سے باہر نکل کر ماریا کی بوتل کی طرف دیکھ
کر کہا

آج میں قارون سے بھی زیادہ دولت مند ہوں میں چاہوں
تو دنیا جہاں کے لوہے کو سونا بنا دوں اب ہم یہاں نہیں
رہیں گے۔ فادر نے بوتل اٹھا کر چلنے کی تیاری کی ہی تھی کہ
چاروں طرف سے بدمعاشوں نے نکل کر اسے گھیر لیا۔

ہنٹ نے کہا

فادر! ہنٹ اتنا بے وقوف نہیں کہ تمہیں راز بتا دینے کے
بعد تمہیں آزاد چھوڑ دیتا۔ اپنی مٹھی میں دبی ہوئی موت
میرے حوالے کر دو اور زندگی کو لے کر کہیں اور یہاں
سے چلے جاؤ۔

فادر نے کہا نہیں یہ پارس پتھر میرا ہے ایسا نہیں ہو سکتا
یہ پتھر میرا ہے۔

ہنٹ نے کہا تمہارے باپ کا ہے خلیث بوڑھے یاد
رکھ تیری موت اتنی بھیانک ہو گی کہ زمین و آسمان تھرا کر
رہ جائیں گے۔ پارس میرے حوالے کر دے۔

فادر نے بھاگنے کی کوشش کی پھر گیا تھا ہنٹ کی ٹانگ
چل گئی اور فادر اوندھے منہ جا گرا پارس کو تو اس نے
مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ لیکن ماریا والی بوتل ہاتھ سے
گر کر ٹوٹ گئی۔ بدمعاش گدھوں کی طرح فادر پر
ٹوٹ پڑے۔

ماریا آرام سے بوتل سے نکلی زمین پر پڑی صلیب مقدس
کو اٹھا کر چوما اور گلے میں پہن لیا اس کا قد اپنی اصلی حالت
میں آ گیا اور اس کی طاقت دوبارہ بحال ہو گئی اور وہ
آرام سے کرسی پر بیٹھ کر زندگی اور موت کی اس جنگ کو
دیکھنے لگی جو لالچی اور دغاباز انسانوں میں ہو رہی تھی
وہ کتوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

آخر بدمعاشوں نے اپنے خنجروں سے فادر کے جسم پر کئی
جگہ زخم لگائے اور فادر کسی جنگلی بھینسے کی طرح زمین پر آ گرا
جیسے ذبح کرنے کے لئے قصائی اس کے پاؤں میں رسی کا پھندا
ڈال کر گرا لیتے ہیں۔

پھر ہنٹ نے اپنا خنجر اس کی شہ رگ پر پھیر دیا اور اسے
ذبح کر دیا۔ فادر تڑپ کر ختم ہو گیا اور ہنٹ نے اس کی بند
مٹھی سے پارس پتھر نکال لیا اور خوشی کا ایک نعرہ لگاتے ہوئے
کہا دوستو! آخر ہم نے پارس حاصل کر ہی لیا۔ پھر ہنٹ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پارس پتھر کو اپنے قبضہ میں کر کے کہا۔ چلو دوستو اب ہم یہاں سے چلیں۔

ایک ساتھی نے کہا

سردار ابھی یہ جنگ ختم نہیں ہوئی اصل جنگ تو اب شروع ہوئی ہے۔

ہنٹ نے کہا کیا مقصد ہے تمہارا۔

ساتھی نے کہا

مقصد یہ ہے سردار! ہم سب ایک دوسرے کی خصلت سے واقف ہیں۔ اور ہمیں ایک دوسرے پر بھروسہ بھی نہیں ہے اور ہونا بھی نہیں چاہیئے اس لئے کہ ہم سب چور ہیں۔

ہنٹ نے نفرت اور غصے سے کہا پھر اب تم کیا چاہتے ہو۔

ساتھی نے خنجر کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہا مجھے تم پر اعتماد نہیں پارس میرے پاس رہے گا۔

ہنٹ نے آگے بڑھ کر اس کے جبڑے پر ایک مکا جڑ دیا پھر کیا تھا دونوں میں باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔ اور دونوں نے اپنے خنجروں کا آزادانہ استعمال شروع کر دیا۔

ہنٹ طاقت ور اور تجربہ کار استاد تھا اس نے جلدی ہی اپنے ساتھی کو ختم کر دیا اور اب اس کی لاش بھی فادر

ی کے پاس ہی پڑی تھی جو خون میں لت پت تھی۔

ٹ نے بقایا ساتھیوں سے کہا

ؤ اب چلیں۔

یکن آج اس نے ساتھیوں کے بدلے ہوئے چہرے
ر سمجھ لیا کہ اس پرائی دولت کو ہضم کرنا اتنا آسان
ں ہے۔

پھر اس نے خود ہی اعلان کر دیا

ساتھیو!

جو تم لوگوں کے دل میں ہے میں نے تمہارے چہروں
ے پڑھ لیا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہے
س پتھر کو حاصل کرنے کے لئے ہم سب نے جدوجہد کی
ے۔ اس لئے سب اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں اس کا واحد
اج ایک ہی ہے کہ یہ پارس پتھر کسی طاقت ور ہاتھ میں
لا جائے۔ میں تم کو دعوت دیتا ہوں اب جس میں طاقت اور
ت ہے اسے مجھ سے حاصل کرے۔

پھر ایک ایک کر کے سب ساتھیوں نے ہنٹ کا مقابلہ
کیا اور سارے ہی اس کے ہاتھوں ختم ہو گئے۔

اب وہ تنہا رہ گیا تھا اور زخموں سے چور تھا۔ لاشوں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھ کر اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا اس نے پاگلوں کی طر
قہقہے لگاتے ہوئے کہا
انگریزی نے پارس حاصل کر ہی لیا پھر اپنے ہو میں ڈوبے
خنجر کو چوم کر کہا یہ سب تیری بدولت ہے تو میرا وفادار سا
ہے میں سب سے پہلے تجھے سونے کا بنا دوں گا۔
ماریا اس دیوانے کو دیکھ رہی تھی۔ ہنٹ نے اپنے خنج
اپنی خون آلود قمیض سے صاف کیا اور اسے پارس پتھر پر رگڑ
لیکن یہ کیا یہ لوہے کا بنا خنجر تو جوں کا توں ہی رہا
ہنٹ کے ہاتھ حیرت اور کمزوری سے کانپ رہے
اس کے جسم سے کافی خون بہہ گیا تھا۔ اس نے پھٹی ہوئی آ
سے پارس پتھر کو دیکھا۔ پھر اپنے چاروں طرف بکھری ہوئی سا
کی لاشوں کو دیکھا اور یہ چیخ مار کر کہا
یہ تو نقلی ہے اس کا مطلب ہے کہ اصلی تو رچنی کے پاس
ہی ہے اس نے اپنے آپ کو اندھیروں میں گم ہوتے ہوئے دیکھ
اور چکرا کر وہیں گر گیا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔
ماریا نے دکھ کے ساتھ ان انسانی لاشوں کو دیکھا۔ جنہیں
نہ کفن اور نہ ہی کوئی قبر نصیب ہوئی تھی اور یہ لالچی انسان
اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے۔ ماریا خوش تھی کہ حق حق داروں
کے پاس ہی ہے۔

ری طرف نادر کے مرتے ہی اس کا طلسم ختم ہو چکا تھا
ی اور اس کا خاوند گولاتنی اپنے اصلی پارس پتھر کو لے
ے وطن روانہ ہو چکے تھے۔
ریا اس قبرستان نما مکان سے باہر نکل گئی جہاں کئی انسانی
وں میں لت پت پڑی تھیں اور اب وہ ایک دفعہ پھر سوچ
تھی
اجا نے عنبر اور ناگ کہاں ہیں۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کو سزا

ساون بھادوں کا مہینہ تھا۔ آج صبح ہی سے آ
کو کالے بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ناگ کلاوتی اور ا
کے خاوند سے رخصت ہو کر شہر میں عنبر اور ماریا
تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ رام نگر ایک چھوٹا سا شہر
جلد ہی ناگ نے اس کے چاروں گھونٹ گھوم گھام
دیکھ لیا لیکن نہ تو کہیں ماریا کا پتہ تھا اور نہ ہی
کا نشان۔ ناگ کو دونوں کی یاد شدت سے ستا رہی
تھی۔ ان کو بچھڑے ہوئے بھی تو کافی عرصہ ہو چکا تھا۔
آخر تھک ہار کر ناگ پرندہ بن کر اڑا اور اس نے
رام نگر کو خیر باد کہا۔ کچھ روز تک ماریا اور عنبر کے
خیالوں میں ہی کھویا ہوا پرواز کرتا رہا۔ لیکن اب ہو
میں کافی تیز آ چکی تھی اور بادل بھی گرجنا شروع ہو
گئے تھے۔ جس کی وجہ سے ناگ کو پرواز میں خا
دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سوچا اگر وہ

جلدی زمین پر نہ اتر گیا تو خدا جانے تیز ہوائیں اسے اڑا کر کہاں لے جائیں۔ ناگ نے زمین پر نظر کی تو اسے تھوڑی ہی دور آبادی نظر آ گئی۔ اب بجلی بھی زور زور سے کڑکنی شروع ہو گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی بوندا باندی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا لہٰذا ناگ نے جلدی سے اس آبادی کو غنیمت جان کر نیچے غوطہ لگایا۔ ویسے بھی رات کافی ہو چکی تھی۔ اس لئے ناگ آبادی سے باہر اترنے کی بجائے شہر کے اندر ہی اتر گیا۔

تمام شہر میں ہُو کا عالم تھا۔ ایسے موسم میں جب کہ رات بھی کافی ہو چکی تھی کون باہر نکلنے کی مصیبت مول لیتا۔ بارش اب تیزی سے شروع ہو چکی تھی اور ہوا نے آندھی کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ناگ جلدی سے ایک گلی میں اتر گیا اور اپنے آپ کو انسان میں تبدیل کر لیا۔ شہر کی گلی میں ابھی تک کچھ گھروں میں چراغ روشن تھے۔ ناگ نے اندازہ لگایا کہ یا تو یہ وہ لوگ تھے جو رات دیر سے سونے کے عادی تھے یا پھر وہ غریب لوگ تھے جن کی چھتیں تیز بارش کی وجہ سے ٹپکنا شروع ہو گئیں تھیں اور وہ اپنے بچوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو اس مرغی کی طرح جس کے چوزے ابھی چھوٹے ہوں اس مصیبت سے بچانے کے لئے اپنے پروں میں چھپائے چھپائے پھر رہے تھے۔

ناگ تیزی سے پناہ کی تلاش میں بارش میں بھیگتا ہوا جا رہا تھا۔ اسے ایک بوسیدہ اور چھوٹے سے مکان سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے قدم وہیں رک گئے۔ اس نے سوچا ضرور اس کنبے پر جو اس گھر کے مکین ہیں، کوئی مصیبت نازل ہو گئی ہے جو بچے رو رہے ہیں۔ اس نے از راہِ ہمدردی یہیں پناہ لے کر ان کی مدد کے خیال سے دروازے پر دستک دی۔ پہلی بار تو یہ کوشش بچوں کے رونے کی آواز میں ہی دب کر رہ گئی۔ لیکن دوبارہ دستک دینے پر کسی نے بچوں کو ڈانٹ کر خاموش کروایا اور دروازے پر آکر پوچھا کون ہے؟

ناگ نے جواب دیا۔ بھائی ایک مسافر ہوں۔ بارش سے بچنے کے لئے پناہ چاہتا ہوں۔

وہ وقت اچھا تھا۔ انسان بھی اتنے گمراہ نہیں ہوئے تھے۔ نیکی اور ثواب کرنے کی جستجو میں رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور محبت کا جذبہ موجود تھا۔ وہ لوگ

آج کے انسان سے بہت بہتر تھے جو انسان کی موت پر شادیانے بجانے میں بھی خفت محسوس نہیں کرتا۔ جو مرتے ہوئے انسان کے منہ میں پانی کا گھونٹ ڈالنے کی بجائے نظر بچا کر دنیاوی کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جونہی ناگ نے کہا مسافر ہوں، بارش سے پناہ چاہتا ہوں۔ فوراً دروازہ کھل گیا اور دروازے پر کھڑے ہوئے اس غریب آدمی نے اپنا دکھ درد بھلا کر مسافر کو خوش آمدید کہا۔ فوراً مہمان کو میاں بیوی نے اپنا بستر پیش کر دیا جس میں سے اخلاق کی خوشبو آ رہی تھی۔ اور کہا مجھے افسوس ہے میرے بھائی اس وقت گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں ورنہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ غریب آدمی ہوں آپ کی خاطر خواہ خدمت میں اگر کوتاہی ہو تو معاف کر دیں۔

ناگ اس شخص کے اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ اور چارپائی پر لیٹ گیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جونہی بچوں نے پھر رونا شروع کیا اس آدمی نے ان کو سرگوشی میں ڈانٹا اور کہا خاموش رہو مسافر کے آرام میں خلل پڑے گا۔ خدا جانے کتنی مسافت طے کر کے آیا ہے۔ جس کی وجہ جلدی ہی آنکھ لگ گئی ہے۔

بچوں نے کہا "بابا اب بھوک برداشت نہیں ہو رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صبح سے بھوکے ہیں۔"

ماں نے کہا۔" میرے جگر کے ٹکڑو ماں تم پر واری۔ صبر سے کام لو۔ بھگوان کوئی اسباب پیدا کر دے گا۔ کیا تم نے نہیں سنا صبر کرنے والوں کی فریاد بھگوان ضرور سُن لیتا ہے۔"

ناگ کو یہ سُن کر بے حد افسوس ہوا کہ بچے بھوکے ہیں۔ وہ کروٹ لے کر اٹھ بیٹھا اور آدمی سے جس کا نام جیون رام تھا مخاطب ہو کر کہا۔ بھائی آپ کے بچے بھوکے ہیں۔ مجھے کوئی خدمت بتائیں۔ میں ان معصوموں کو بھوکے نہیں سونے دوں گا۔ میں ابھی جا کر کچھ کھانے پینے کو تلاش کر کے لاتا ہوں۔

جیون رام نے کہا رات کافی ہو گئی ہے اور پھر بارش کا طوفان زوروں پر ہے۔ ایسے میں آپ کہاں جائیں گے اور پھر اس وقت کونسی دکان کھلی ہو گی جہاں کچھ مل سکے۔ آپ تھکے ہوئے ہیں آرام کریں۔ مجھے افسوس ہے ان ناسمجھوں نے آپ کی نیند میں خلل ڈال دیا۔

ناگ نے کہا ایسا نہ کہیں بھلا بچے بھوکے پیٹ بلبلا رہے ہوں تو کون پتھر دل انسان برداشت کر سکتا ہے۔ میں ابھی گیا اور ابھی کچھ کھانے کو لے کر آیا۔ ناگ نے بچوں کو جو چار عدد تھے اور چھوٹے تھے پیار سے کہا اب رونا نہیں میں تمہارے لئے کھانے کو لے کر آتا ہوں۔ پھر ناگ میزبان کے منع کرنے کے باوجود بارش میں ہی باہر چلا گیا۔

ناگ نے گھوم پھر کر تمام جگہ دیکھا۔ دکانیں بند ہو چکی تھیں اور لوگ اس طوفانی رات میں اپنے گھروں میں پناہ لے چکے تھے۔ ناگ کے دل پر بڑا بوجھ تھا کہ بھوکے بچے رو رہے ہوں گے۔ آخر تلاش کرتے کرتے ناگ کو ایک دکان نظر آگئی جہاں چراغ جل رہا تھا اور اس کے آگے ایک ٹاٹ کا پردہ جھول رہا تھا۔ شاید اس دکان کا کوئی دروازہ ہی نہ تھا۔ اندر ایک کونے میں ایک چارپائی پر ایک آدمی پڑا کھانس رہا تھا۔

ناگ نے جھانک کر دیکھا یہاں ایک ٹوکرے میں بھنے ہوئے چنے اسے نظر آئے۔ یہ کسی بساتی کی دکان تھی جہاں مختلف قسم کی اشیاء کے ساتھ ہی دکاندار نے بچوں کے لئے چنے وغیرہ بھی رکھے ہوئے تھے۔

ناگ نے آواز دے کر کہا۔" ارے بھائی جاگ رہے ہو تو مہربانی کر کے مجھے کچھ سودا دے دو۔"

آدمی نے کھانستے ہوئے کہا۔" آدھی رات کو سودا لینے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئے ہو یا لوٹنے ۔ ڈاکو ہو تو یہ سمجھ کر لوٹ جاؤ کہ میرے پاس نقدی میں کچھ نہیں ہے ۔ بیمار آدمی ہوں اور زندگی کے دن پورے کرنے کے لئے یہ تھوڑا سا سودا سلف بیچ کر گزر کر رہا ہوں ۔"

ناگ نے کہا "بھائی میں ایک شریف آدمی ہوں دوسرے شہر سے آیا ہوں ۔ بارش کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے ۔ میرے بچے بھوکے ہیں ۔ ان کے کھانے کا کچھ سامان ہے تو دے دو ۔"

آدمی اطمینان کرنے کے بعد کہ کوئی چور ڈاکو نہیں ، کھانستے کھانستے اٹھا اور کہا اندر آجاؤ باہر کیوں بھیگ رہے ہو ۔ ناگ اندر چلا گیا ۔ دکاندار نے کہا میرے پاس چنے ہیں یہ لے جاؤ اور گڑ بھی ہے ۔ تمہارے بچے گڑ اور چنے کھا کر خوش ہو جائیں گے ۔

ناگ نے کہا، جلدی سے دے دو ۔

دکاندار نے چنے اور گڑ ناگ کو دیئے ۔ ناگ نے اپنی جیب سے سونے کا سکہ نکالا اور دکاندار کو دیا ۔

دکاندار کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں ۔ اس نے سونے کے سکے کو چراغ کے پاس لے جا کر دیکھا ۔ پھر ناگ کی طرف دیکھ کر کہا ۔" مجھ سے کیوں مذاق کرتے ہو یہ تو

سونے کا سکہ ہے اور مجھے چند ٹکے درکار ہیں ۔ میں نے تو پہلے ہی تمہیں بتا دیا ہے بیمار آدمی ہوں ۔ زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں ۔ یہ سامان ہی میری کل پونجی ہے ۔ پیٹ کی روٹی ہی ٹھیک سے نہیں چل رہی اس لئے علاج سے بھی محروم ہوں ۔ اس کا بقایا کہاں سے لا کر دوں ۔"

ناگ کو بہت دکھ ہوا کہ ایک انسان بغیر علاج کے ہی موت سے لڑ رہا ہے ۔ ناگ نے کہا ۔" بابا کیا آپ کی کوئی اولاد نہیں ۔"

سب کچھ تھا بیٹا ۔ بیوی چند مہینے ہوئے مر گئی ۔ بیٹا تھا جس کی شادی کر دی ۔ اس کی بیوی اس کے کان بھرتی رہی ۔ بیٹا اپنی ماں اور باپ سے نفرت کرنے لگا اور ایک روز لڑ کر یہاں سے سسرال چلا گیا ۔ ایک ہی لڑکا تھا ۔ ماں کو جدائی کا اتنا دکھ ہوا کہ چند روز بستر پر پڑی روتی رہی اور آخر مر گئی ۔ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں ۔"

ناگ نے کہا ۔" بابا آپ یہ سکہ رکھ لیں مجھے اپنا بیٹا سمجھیں اور اس سے علاج کروائیں ۔ موت تو برحق ہے آنی ہی ہے ۔ لیکن موت سے پہلے ہی کیوں مرتے ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنا علاج کرواؤ۔" پھر ناگ اسے حیرت میں ڈوبا چھوڑ کر چنے اور گڑ لے کر وہاں سے چلا گیا اور بوڑھے کی آنکھ میں محبت کے آنسو چھوڑ گیا۔

ناگ جلدی سے واپس پہنچا اور اس نے چنے اور گڑ دیتے ہوئے میزبان سے کہا کافی تلاش کے بعد یہی کچھ مل سکا ہے۔ بچوں کو دیں۔ رات تو گذر ہی جائے گی صبح سارا انتظام ہو جائے گا۔

میزبان جیون رام اور اس کی بیوی نے دعائیں دیتے ہوئے چنے اور گڑ بچوں میں بانٹ دیا جو خوش ہو کر کھانے لگے اور پھر جب پیٹ کی آگ بجھ گئی تو اپنی ماں کے پہلو میں پڑ کر سو گئے۔

طوفان تھم گیا تھا۔ ناگ نے اس بات سے اندازہ لگایا تھا کہ چھت ٹپکنی بند ہو گئی تھی۔ پھر سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی سارا گھر بیدار ہو گیا اور اب پھر بھوک کا مسئلہ ہی درپیش تھا۔ بچے پھر ماں باپ کا منہ تک رہے تھے اور دونوں میاں بیوی اس بات پر پشیمان تھے کہ اب مہمان کو ناشتے میں کیا کھلائیں گے۔

ناگ نے بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھویا اور آ کر جیون رام کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ ناگ اس کی شکل ہی سے سمجھ گیا تھا کہ مفلسی نے اس گھر میں اپنا ڈیرہ جما رکھا ہے۔ رام شرم سے سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔

آخر ناگ نے ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "میرے بھائی میں اس خاموشی کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ یہ بتاؤ کام دھندا کیا کرتے ہو۔ گھر کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے۔ مجھے اپنا بھائی سمجھو۔ مجھے بتاؤ تم کس مصیبت سے دوچار ہو۔"

جیون رام نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ناگ کی طرف دیکھا اور کہا مسافر کیا کرو گے سن کر۔ یوں سمجھ لو ہمارے بھاگ میں یہی لکھا تھا جو ہو رہا ہے۔ اپنے پہلے جنم میں جو پاپ کئے تھے ان کی سزا بھگت رہا ہوں۔

ناگ نے کہا "مجھے بتانے میں کوئی حرج ہے تو رہنے دو۔"

جیون رام نے کہا۔ "ناراض مت ہو میرے بھائی۔ یوں سمجھ لو میں کھیل تماشے دکھا کر ہی روزی کماتا ہوں۔ میرے اس کاروبار میں میری جوان بیٹی سرسوتی کا بڑا دخل تھا۔ میں کھیل تماشے دکھاتا تھا اور وہ ناچ گا کر میرا ساتھ دیتی تھی گذر اوقات ہو رہی تھی۔ بچی جوان تھی۔ ایک دن کسی سوداگر بچے کے دل کو بھا گئی۔ سرسوتی نے بھی اسے پسند کر لیا۔ میں نے بیٹی کو سمجھایا کہ محل میں ٹاٹ کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیوند نہیں لگایا جاتا۔ وہ امیر باپ کا بیٹا ہے۔ تیرا اس کا کوئی جوڑ نہیں۔ لیکن وہ نہ مانی۔ آخر مجبور ہو کر سوداگر بچے کے ساتھ میں نے بیٹی کی شادی کر دی۔"

جیون رام نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا۔

ناگ نے کہا۔" یہ تو بڑا اچھا ہوا۔ تم اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ بیٹی کو آخر بیاہنا ہی تھا۔"

جیون رام نے کہا۔" فرض سے سبکدوش تو ہو گیا لیکن وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ سوداگر بچے نے چند ماہ بعد اسے ٹھکرا دیا تو واپس آنے کی بجائے اس نے خودکشی کر لی اور جان دے دی۔ پہلے میں سمجھتا تھا کہ لوگ میرے کھیل تماشوں کو دیکھ کر مجھے پیسے دیتے ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا لوگ سرسوتی کے ناچ گانے سے متاثر ہو کر مجھے پیسے دیا کرتے تھے۔ کیونکہ کھیل تماشے تو میں ہر روز دکھانے جاتا ہوں۔ اب کوئی منہ اٹھا کر بھی میری طرف نہیں دیکھتا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالنا مشکل ہو گیا ہے۔ کوئی اور کام مجھے آتا نہیں میرے باپ دادا بھی اسی طرح روزی کماتے تھے۔ لیکن شاید وہ زمانہ اور تھا۔ اور اس دور کے لوگ کلا کے قدردان تھے۔"

یہ باتیں ابھی ختم ہی رہی تھیں کہ بیوی روتی پیٹتی

ہوئی بچے کو اٹھائے آئی اور کہا۔" دیکھو جی بالک رام باہر کھیل رہا تھا۔ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ دیکھو کیسی حالت ہو گئی ہے میرے بچے کی۔"

جیون رام بھی بے تاب ہو گیا۔ ناگ کو سانپ کی حرکت پہ بہت غصہ آیا۔ وہ بچے کو لے کر باہر آیا اور اس نے سانپ کو سگنل دیا کہ فوراً حاضر ہو۔

سانپ بل کھاتا ہوا اپنے بل سے نکل آیا اور ادب سے سر جھکا کر ناگ سے کہا۔" دیوتا غلام حاضر ہے۔"

ناگ نے خفا ہو کر کہا۔ تو نے اس بچے کو کیوں ڈس لیا۔ اس کا زہر چوس لے۔"

سانپ نے ادب سے کہا۔" گستاخی معاف میرے دیوتا میں اس کا زہر نہیں چوس سکتا۔ اس نے میرے بل میں پیشاب کر دیا تھا۔ اس وقت میں دیوی کلاوتی کی عبادت میں مصروف تھا۔ یہ چلّہ میں کئی روز سے کر رہا تھا۔ اس وقت مہا ناگ رانی کلاوتی نے مجھے درشن دیئے اور اس کمبخت نے پیشاب کر دیا۔ مہا ناگ رانی دیوی کلاوتی ناراض ہو کر چلی گئیں اور میں نے اس حرامی کو ڈس لیا۔"

ناگ نے کہا۔" میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس کا زہر چوس لو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپ نے کہا۔"میرے دیوتا۔ میں نے مہا ناگ رانی کلاوتی کے حکم سے اسے ڈسا ہے اور ان کے حکم کے اوپر آپ کا حکم نہیں ہو سکتا۔ وہ مہا ناگ رانی دیوی کلاوتی ہیں اور ان کا حکم تو آپ پر بھی واجب ہے۔"

ناگ نے پتھر مار کر اس کا سر کچل دیا اور کہا تیری یہ ہمت کہ میرے حکم سے انکار کرے۔ پھر ناگ نے خود ہی کاٹی ہوئی جگہ پر منہ رکھا اور زہر چوس لیا۔ بچہ اچھا ہو گیا۔

لیکن ناگ کے سامنے مہا ناگ رانی کلاوتی ظاہر ہو گئی۔ جسے سوائے ناگ کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دیوی نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔"ناگ تم نے میرے ایک سیوک اور اپنے ہم نسل کو مار ڈالا ہے۔ اس نے میرے حکم سے اس بچے کو ڈسا تھا۔ تم نے اسے سزا دے کر میرا اپمان کیا ہے۔"

ناگ نے کہا۔"دیوی میں نے ایک دکھی گھرانے کی مدد میں سب کچھ کیا ہے۔ کیا یہ ہمدردی اور انسان کے دکھ مصیبت میں اس کے کام آنا پاپ ہے۔"

دیوی نے کہا۔"میں مانتی ہوں تم اچھے اور نیک کام کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہو اور یہ بڑی اچھی بات

ہے۔ لیکن اس کا یہ بھی مقصد نہیں تم ہمارا اپمان کرو۔ میں تمہیں سراپ دیتی ہوں۔ اب اس مداری کی لڑکی بن کر ناچ گا کر اس کی مدد کرتے رہو۔ زمین کے اندر تمام خزانے اور دولت میں نے تمہاری نظروں سے روپوش کر دی ہے۔ نہ وہ تمہیں نظر آئے گی اور نہ ہی تم اس میں سے کچھ حاصل کر سکو گے۔ اب اس سراپ کو عنبر ہی آکر اپنی حکمت عملی سے ختم کرے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمندر کی آنکھ

جہاں عنبر قاتلوں کو ڈال کر گیا تھا، وہاں رسیوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بندشوں سے آزاد ہو کر کشتی سمیت فرار ہو گئے ہیں۔ اندھیرا چھٹنے لگا تھا اور پو پھوٹ رہی تھی۔ عنبر پتھر پر سر پکڑے بیٹھا تھا۔ عنبر کی حالت اس جواری کی سی تھی جو رات بھر جیتتا رہا ہو اور پھر صبح کے وقت تمام دولت ایک ہی داؤ پر ہار گیا ہو۔

جزیرے پر دن کا اجالا پھیل گیا تھا اور عنبر سوچوں کے سمندر میں غرق تھا کہ اچانک سسکیوں کی آواز سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا۔ قریب ہی کھڑی سویٹی سسکیاں لے رہی تھی۔

عنبر نے بھاگ کر اسے سینے سے لگا لیا اور کہا بیٹا تم کہاں چلی گئی تھیں۔

سویٹی نے تمام حال کہہ سنایا اور اصرار کرنے لگی کہ ممی اور ڈیڈی کے پاس لے چلو۔

عنبر نے کہا۔ بیٹا وہ قاتل بھی فرار ہو گئے ہیں اور کم بخت کشتی بھی ساتھ لے گئے ہیں اور اس مقام پر کسی امداد کی بھی توقع نہیں۔ خدا جانے یہ جزیرہ کہاں واقع ہے اور پھر ان چٹانوں کے تو قریب سے بھی کوئی جہاز گزرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

سویٹی نے رونا شروع کر دیا اور کہا۔ انکل میں نے خواب میں دیکھا ہے میرے ڈیڈی بیمار ہیں اور ممی مجھے یاد کر کے رو رہی ہیں۔ خدا کے واسطے مجھے میری ممی اور ڈیڈی کے پاس لے چلو۔

عنبر نے کہا بیٹی تم جیسی بہادر لڑکی سے مجھے اس بزدلی کی امید نہ تھی۔ فکر مت کرو۔ انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔ ابھی تو ہم نے دوبارہ ان قاتلوں کو گرفتار کرنا ہے۔ وہ قانون کی امانت ہیں جو مجھ سے کھو گئی ہے۔ مجھے قانون کی امانت اس کے حوالے کرنی ہے۔ وزیر اعظم کا خونِ ناحق پکار پکار کر کہہ رہا ہے میرے قاتل آزاد ہیں۔ ان سے میرے خون کا بدلہ لو۔

سویٹی نے کہا۔ لیکن انکل ہم تو کشتی کے بغیر یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے جا ہی نہیں سکتے۔ قاتلوں کو کیسے گرفتار کرو گے۔

عنبر نے کہا۔ اچھی بیٹی فتح ہمت کرنے ہی سے ملتی ہے اور پھر سچے انسانوں کی تو خدا خود مدد کرتا ہے۔ میں نے زندگی میں کبھی بھی اپنے آپ کو بے بس نہیں سمجھا۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ میں قاتلوں کو گرفتار کر کے قانون کے سپرد کروں گا۔ تمہیں تمہارے ڈیڈی اور ممی سے ملوا کر ہی دم لوں گا۔ انسان کو اپنے اوپر اعتماد کرنا چاہیئے۔ خود اعتمادی بہت بڑی دولت ہے۔ میں نے سوچ لیا ہے۔ اس جزیرے پر کئی بڑے بڑے درخت طوفانوں سے گرے پڑے ہیں۔ کلہاڑی و دیگر اوزار مع رسیوں کے یہاں موجود ہیں۔ میں ایک عارضی کشتی بناؤں گا۔ مجھے امید ہے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد گہرے پانی میں ہمیں کہیں نہ کہیں کوئی جہاز ضرور مل جائے گا۔ صحیح راستے تک جانے کے لئے ہمیں ایک عارضی کشتی کی ضرورت ہے۔

سویٹی نے کہا تو پھر اٹھو انکل وقت ضائع مت کرو۔ میں بھی آپ کی مدد کروں گی۔ پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

عنبر نے کلہاڑی کی مدد سے چار درختوں کے موٹے موٹے تنے برابر کاٹ کر ان کو رسیوں کی مدد سے اچھی طرح باندھ دیا۔ اور پھر اس چکور سی لکڑی کی چار دیواری کو چھوٹے شاخوں سے کیلوں کی مدد سے ان کے درمیان جوڑ دیا اور اس

سے لکڑی کی ایک چکور سی کشتی تیار ہو گئی جس کو چلانے کے لئے عنبر نے پتوار بھی عارضی قسم کا بنا لیا اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اسے پانی میں اتار لیا۔ ساتھ سویٹی کو لیا۔

اتفاق کی بات ہے۔ ہوا کافی تیز چل پڑی اور وہ بھی موافق سمت میں۔ پھر کیا تھا کشتی تو لہروں پر چلنے کی بجائے اڑنا شروع ہو گئی۔ کشتی میں سوار سویٹی اپنے معصوم تصور میں کھوئی ہوئی اپنے آپ کو اپنے والدین کے درمیان پا رہی تھی۔ وہ پیارا سا گھر۔ اس سے بے پناہ محبت کرنے والے اس کے ڈیڈی۔ اس کی ہر بات پر قہقہے لگانے والی اس کی ممی اور اب اس گھر میں انکل عنبر کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ انکل کتنے اچھے ہیں۔ وہ مجھے ڈیڈی کی طرح پیار کرتے ہیں۔ اب میں انکل کو کہیں نہیں جانے دوں گی اور ضد کر کے انہیں منا لوں گی کہ وہ اب ہمارے ہی ساتھ رہیں۔

عنبر نے سویٹی کو خاموش دیکھا تو کہا کیا بات ہے بیٹی۔ کیا سوچ رہی ہو۔

سویٹی نے چونک کر کہا انکل آپ نے تو میرا خواب ہی توڑ دیا۔ میں اپنے پیارے گھر کا خواب دیکھ رہی تھی جس میں ممی، پاپا، میں اور آپ سب شامل تھے۔ عنبر نے پیار سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔ اب یہ خواب سچ ہونے والا ہے۔ اب ہم اپنی بیٹی کو اس کے پپا اور ممی کے پاس لے جا رہے ہیں۔ اچھا یہ تو بتاؤ سویٹی۔ تمہیں پپا اور ممی میں سے کون زیادہ پیارا ہے سویٹی سوچ میں پڑ گئی پھر اس نے جواب دیا۔ انکل دونوں ہی پیارے ہیں۔ کون زیادہ ہے اس کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے انکل ہم کب تک گھر پہنچ جائیں گے۔ عنبر نے کہا بیٹی یہ حالات پر منحصر ہے۔ دعا کرو ہمیں جلد ہی کوئی جہاز مل جائے۔ کیونکہ سمندر کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ یہ جتنا پُرسکون نظر آتا ہے اتنی ہی جلدی اس میں طوفان آ جاتے ہیں اور پھر اس عارضی کشتی کے سہارے معمولی سے معمولی طوفان کا بھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

سویٹی نے کہا انکل میری دعا تو مقدس باپ سنتے ہی نہیں۔ میں تو کئی دنوں سے دعائیں مانگ رہی ہوں کہ ہولی فادر مجھے جلدی سے ممی اور پپا سے ملا دو۔ مگر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اب گھر جا کر سب سے پہلے میں گرجے جاؤں گی اور ہولی فادر کے کینڈل سٹینڈ میں موم بتیاں جلا کر انہیں راضی کروں گی۔ مقدس ماں کے قدموں میں بیٹھ کر دعا کرنے سے یسوع خوش ہو جاتے ہیں۔ مقدس ماں مریم ان کی ماں ہیں نا اور کوئی بھی اپنی ماں کا کہنا نہیں ٹالتا۔ اسی طرح یسوع بھی مقدس ماں مریم کا کہنا نہیں ٹالتے۔

ہوا تیز چل رہی تھی اس لئے کشتی بھی تیزی سے جا رہی تھی۔ عنبر سویٹی کی پیاری پیاری باتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اس کی ساری توجہ اس معصوم کی باتوں کی طرف تھی۔ اسے یہ بالکل خبر نہ تھی کہ تقدیر ایک دفعہ پھر ان کی راہ میں دیوار بن رہی ہے۔ معصوم سویٹی اور اس کی ماں کے درمیان ایک دفعہ پھر سمندر کا بھنور حائل ہو رہا تھا۔ جس سے بے خبر عنبر بچی کی باتوں میں کھویا ہوا تھا۔

اچانک عنبر کی نگاہ سمندر کے وسیع سینے کی طرف اٹھ گئی۔ اس خیال سے کہ شائد کوئی مسافر جہاز اسے نظر آ جائے لیکن وہ ایک دم یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ان سے تھوڑی ہی دور قاتلوں کی کشتی سمندر کے سینے پر چکر کاٹ رہی تھی اور پھر اسے اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ وہ سمندر کے بھنور کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں جب کہ قاتلوں کی کشتی مکمل طور پر بھنور میں پھنسی چکر کاٹ رہی ہے۔ اس نے غور سے دیکھا چاروں ساتھی زور لگا کر اسے بھنور سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن یہ ان کے بس سے باہر تھا۔

عنبر نے بڑی کوشش کی کہ اس عارضی کشتی کو کسی صورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رک کر موڑ لے اور واپس لوٹ جائے۔ لیکن نہ تو اسے روکنے کے لئے کوئی لنگر تھا اور نہ ہی ہوا اس کے بس میں تھی جو اسے تیزی سے بھنور کی طرف لے جا رہی تھی۔ اسی کوشش میں عنبر کا پتوار بھی ٹوٹ گیا۔ اور تیز ہوا اس کشتی کو لے کر بھنور میں پہنچ گئی۔ اب یہ کشتی بھی قاتلوں کی کشتی کی طرح چکر کاٹنا شروع ہو گئی۔

قاتلوں نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ تو خود موت کے منہ میں تھے اور زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

عنبر نے ان سے کہا۔ میں رسّی کا پھندا بنا کر تمہاری طرف پھینکتا ہوں۔ میری کشتی کو بھی اپنی طرف کھینچ لو اب اگر مرنا ہی ہے تو کیوں نہ سب مل کر زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کر دیکھیں۔

موت کو سامنے دیکھ کر وہ چاروں بھی ساری کدورتیں بھول گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ٹھیک ہے عنبر تم پھندا بنا کر ہماری طرف پھینک دو۔ ہم تمہیں مع کشتی کے اپنی طرف کھینچ لینگے۔ ہو سکتا ہے تمہاری یا اس بچی کی وجہ سے خدا ہمیں اس موت سے بچا لے۔

عنبر کے پاس کافی رسیاں موجود تھیں۔ اس نے ایک بڑی

سی رسّی کا پھندا بنا کر زور سے کشتی کی طرف پھینکا اور قاتلوں نے اس کو اپنی کشتی سے باندھ کر عنبر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح عنبر اور سویٹی ایک دفعہ پھر ان قاتلوں کی کشتی پہ پہنچ گئے۔

عنبر نے کہا تم کب سے اس بھنور میں پھنسے ہوئے ہو۔

قاتلوں نے کہا رات کے پچھلے پہر ہم چاروں آرام کرنے کی غرض سے سو گئے تھے کیوں کہ خطرے کی کوئی بات نہ تھی۔ تمہیں ہم بے یارو مددگار جزیرے پر چھوڑ آئے تھے۔ اس لئے تمہاری طرف سے بھی کوئی خطرہ نہ تھا۔ لہٰذا سو گئے اور آنکھ اس وقت کھلی جب ہم اس موت کے چکر میں پھنس گئے تھے۔ اس وقت ہم سب موت کے منہ میں ہیں بہتر ہے پرانی رنجشیں بھول کر پہلے اس مصیبت سے نجات پانے کا کوئی راستہ تلاش کریں۔ زندہ بچ گئے تو پھر دیکھا جائے گا۔

عنبر نے کہا دوستو میں اس بھنور کا مشکور ہوں کہ تم سے پھر ملاقات ہو گئی۔ یہ بھنور نہیں سمندر کی آنکھ ہے جس نے قاتلوں کو پہچان لیا ہے۔ مجھ سے قانون کی امانت کھو گئی تھی۔ جو دوبارہ مل گئی ہے۔ سمندر کی اس آنکھ کے طفیل۔

ایک قاتل نے کہا تم تو ایسے باتیں کر رہے ہو دوست کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیسے تمہیں یقین ہے کہ یہ بھنور ریت کی دیوار ہے جسے تم اپنی ٹھوکر سے گرا دو گے اور ہم مٹی کے پتلے ہیں جنہیں آسانی سے اٹھا کر جہاں چاہو گے لے جاؤ گے۔

عنبر نے کہا۔" میں نے اپنے ارادے کے سامنے فولاد کی دیوار کو بھی کبھی رکاوٹ نہیں سمجھا۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ میں تمہیں اس بھنور سے نکال کر دوبارہ گرفتار کر لونگا اور تمہیں قانون کے حوالے کر دوں گا۔"

دوسرے نے کہا۔" ٹھیک ہے پہلے ہمیں بھنور سے نکال تو لو۔ باقی پھر دیکھا جائے گا۔"

سوئٹی نے سرگوشی کی۔ انکل مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔

چاروں نے معصوم بچی کی بات سن لی اور پھر ہمدردی سے کہا۔" بے بی ہم سے نہ ڈرو۔ ہم اب تمہیں کچھ نہ کہیں گے تم معصوم ہو۔ خداوند تمہاری دعا ضرور سن لیں گے۔ دعا مانگو خداوند تمہاری ہی طفیل ہمیں اس مصیبت سے نکال دے۔"

عنبر نے کہا۔" صرف دعاؤں سے کچھ نہیں ہوگا۔ کامیابی کا دروازہ عمل کی چابی سے کھلتا ہے۔"

چاروں نے کہا۔" پھر تم ہی بتاؤ۔ جو تم کہتے ہو ہم کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

عنبر نے کہا۔" میری کشتی سے ساری رسیاں نکال کر سب کو جوڑ دو ذرا مضبوطی سے۔"

قاتلوں نے کہا۔" اس سے کیا ہوگا؟"

عنبر نے کہا۔" پہلے جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ اس کے بعد سوال کرنا۔

چاروں نے رسیوں کے گچھے اٹھا کر ان کے سرے باندھنے شروع کر دیئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ اس کام کو ختم کر چکے تھے۔

پھر عنبر نے کہا۔" میرا خیال ہے کہ یہ بھنور سمندر کی اوپری سطح کے پانی میں ہے۔ کیونکہ سمندر میں تو پانی کی لہریں چلتی ہیں۔ مختلف سمتوں میں ان کا بہاؤ ہوتا ہے۔ میں رسی باندھ کر پانی میں غوطہ لگا کر سمندر کی تہ کی طرف جاتا ہوں۔ اور جہاں اس پانی کی حد ختم ہوتی ہے اس سے بھی نیچے جا کر معلوم ہوگا کہ وہاں کیا کیفیت ہے اگر وہ پانی پُر سکون ہوا تو میں اس کے بہاؤ کے ساتھ بھنور والا علاقہ پار کر لوں گا۔ مجھے اندازہ ہے کہ یہ بھنور کتنے علاقے میں ہے۔ پھر میں دوبارہ پانی کی سطح پہ آؤں گا۔ جیسا کہ کشتی کے پورے ایک چکر سے تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ سمندر کا یہ دائرہ کتنا وسیع ہے۔ اس کے پار سمندر پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُر سکون ہے۔ میں اسی پُر سکون سطح پہ اُوپر آ جاؤں گا اور اسی رسّے کی مدد سے تمہاری کشتی کو اپنی طرف کھینچ لوں گا۔ یہی ایک صورت ہے اس بھنور کو پار کرنے کی۔ وہ بھی اسی صورت میں کہ بھنور سے کافی نیچے جا کر دوسرے پانی کی سطح پُر سکون ہو۔ اگر یہ بھنور سمندر کی تہ سے شروع ہو کر سطح تک موجود ہے تو پھر اور کوئی راستہ اس سے بچ نکلنے کا نہیں ہے۔"

سب نے کہا۔ "ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے لیکن کیا تمہارے جسم میں اتنی طاقت موجود ہے کہ تم اس بھنور سے بھی نیچے تک پہنچ جاؤ۔ اور کافی عرصے تک اپنی سانس روکے رکھو۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "میں تو کئی دن تک پانی کے اندر رہ سکتا ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔"

سویٹی نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ "نہیں انکل آپ ڈوب جائیں گے۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جائیں۔"

عنبر نے رسّی اپنی کمر سے باندھی اور سویٹی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ "اچھی بیٹی میں سب کچھ تمہارے ہی لئے تو کر رہا ہوں۔ ممّی اور ڈیڈی کے پاس نہیں جاؤ گی۔"

سویٹی نے روتے ہوئے کہا۔ "آپ کی زندگی کے بدلے

میں مجھے پپا اور ممّی نہیں چاہئیں انکل۔ سمندر میں بڑا گہرا پانی ہوتا ہے۔ آپ ڈوب جائیں گے۔"

عنبر نے اسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں بیٹے اسی لئے تو میں نے رسی باندھ لی ہے۔ جب میں ڈوبنے لگوں گا تو یہ مجھے اُوپر کھینچ لیں گے۔"

قاتلوں نے بھی کہا۔ "دیکھو بی بی اب تو ہم نے تم سے وعدہ کر لیا ہے کہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ عنبر کی طرح ہم بھی تمہارے انکل ہیں اور چاہتے ہیں تمہیں جلدی سے تمہاری ممّی اور پپا کے پاس پہنچا دیں۔"

آخر بڑی مشکل سے عنبر سویٹی کو راضی کرنے میں کامیاب ہوا اور اس نے پانی میں غوطہ لگایا اور بھنور کے چکر میں گھومتا ہوا نیچے کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ کافی دیر تک عنبر نیچے کی طرف سفر کرتا رہا لیکن بھنور کی حد ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ وہ مایوس ہونے لگا تھا کہ اس نے ایک شارک مچھلی کو دیکھا جو شاید بھنور میں آ پھنسی تھی اور عنبر کی ہی طرح وہ بھی بھنور سے نکلنے کے لئے تہ کی طرف سفر کر رہی تھی۔

شارک نے انسان کی بُو پا کر اپنا منہ عنبر کی طرف کیا کہ اسے نگل جائے۔ لیکن یہ تر نوالہ نہ تھا۔ اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شارک کے حملے کو ناکام بنا کر اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا کلہاڑا زور سے اس کی کمر میں گاڑ دیا جسے وہ ایسے ہی موقعے کے لئے ساتھ لے آیا تھا اور پھر کلہاڑے کو پکڑ کر شارک کی کمر پر بیٹھ گیا۔

شارک نے غصے میں آ کر کافی اچھل کود کی کہ شاید یہ انسان اس کے جسم سے گر پڑے اور وہ اسے نگل جائے۔ لیکن یہ عام انسان تو تھا نہیں۔ عنبر تھا۔ اس نے کلہاڑا اسی لئے اس کی کمر میں گاڑ دیا تھا کہ وہ شارک کے چکنے جسم کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا تھا۔ فوراً پھسل جاتا۔ لیکن اس نے کلہاڑے کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ شارک کی پیٹھ پر سوار تھا۔

جب شارک نے کافی کوشش کے باوجود بھی ناکامی کی صورت دیکھی تو پھر اپنی پوری طاقت سے تہ کا سفر شروع کر دیا اور پھر جلدی ہی اس بھنور کی سرحد پار کر کے پُرسکون پانی کی سطح میں داخل ہو گئی اور خوراک کی تلاش میں پھر پانی کی سطح پر آنا شروع کر دیا۔

راستے میں چند چھوٹی مچھلیاں اس کی خوراک بھی بنیں لیکن ان سے اتنی بڑی مچھلی کا پیٹ کہاں بھر سکتا تھا اور پھر راستے میں ایک قدرے بڑی مچھلی کا پیچھا کرتے ہوئے

اس شارک کا ٹکراؤ ایک ویل مچھلی سے ہو گیا اور دونوں میں باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ جس سے فائدہ اٹھا کر عنبر نے اس کی کمر سے پانی میں چھلانگ لگا دی اور اب وہ تیزی سے اوپر سطح کی طرف سفر کر رہا تھا اور پھر جلدی ہی جب اس نے پانی سے سر نکالا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ بھنور کو پار کر چکا تھا۔ وہ تو اچھا ہوا رسی ختم نہ ہو گئی ورنہ یہ کامیابی ممکن نہ تھی۔

چاروں قاتلوں نے جو اسے بھنور کے پار سطح پر دیکھا تو ان کی جان میں جان آئی۔ ورنہ وہ تو سمجھ بیٹھے تھے عنبر ان سے بھی پہلے موت سے جا ملا ہے۔

پھر عنبر نے زور لگا کر ان کی کشتی کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ یہ گھومتی ہوئی کشتی اس کے قریب ہوتی گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ سورج غروب ہو کر چاروں طرف اندھیرا پھیلا دے، عنبر کشتی کو بھنور سے نکالنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار حویلی

کرسمس کا تہوار شروع ہو چکا تھا۔ شہر میں خرید و فروخت زوروں پر تھی۔ دکانیں بڑے اہتمام سے سجائی گئی تھیں زرق برق لباسوں میں ملبوس مرد اور عورتیں کرسمس گفٹ خرید رہے تھے۔ آرائش اور زیبائش کی دکانوں پر بھی نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کی بھیڑ سب سے زیادہ نظر آ رہی تھی۔

ماریا بازار میں گھوم پھر کر رونق دیکھ رہی تھی اور اس کے دل میں بار بار خیال آ رہا تھا۔ کہ کاش وہ بھی ان لڑکیوں کی طرح سے نظر آنے والی لڑکی ہوتی اس کے بھائی بہن ماں باپ بھی ہوتے جن کے لیے وہ گفٹ خریدتی۔ لیکن اس بھری دنیا میں اس کا کوئی نہیں۔

آج ناگ اور عنبر اسے بہت یاد آ رہے تھے اگر وہ ہوتے تو ان سے ہی باتیں کر کے دل بہلا لیتی یہ کیسی زندگی ہے کہ میں کسی سے بول بھی نہیں سکتی۔ لوگ میری آواز سن کر ڈر

ے ہیں۔ حالاں کہ خدا نے مجھے بڑی خوب صورت شکل عطا ہے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ان بہت سی خوب صورت لڑکیوں ے کسی کو اپنی سہیلی بنا لے لیکن یہ کیسے ممکن تھا۔ بھلا ں نظر نہ آنے والی لڑکی کو کون اپنی سہیلی بنانا ند کرے گی۔ وہ غم زدہ سی ہو کر ایک طرف بھیڑ کے تھ ہی چل دی تھی جو گرجے میں عبادت کے لیے جا ہی تھی۔

ماریا نے چند حسین لڑکیوں کے درمیان ایک بہت ہی ب صورت لڑکی دیکھی۔ جیسے بہت سے پھولوں کے گلدستے یں گلاب کی اہمیت ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح اس جھرمٹ یں وہ لڑکی ستاروں میں چاند لگ رہی تھی اس لڑکی کا نام روز تھا۔

ماریا کو وہ لڑکی بہت اچھی لگی چودہ یا پندرہ برس کی عمر۔ چہرے پر حوروں کی سی معصومیت۔ سنہرے بال جیسے سونے کی بہت سی تاروں کو یک جا کر کے اس کے سر پر آراستہ کر دیا گیا ہو۔ آنکھوں میں جھیلوں کی گہرائی۔ کمان کی طرح تنے ہوئے ابرو۔ ہیرے کی کنیوں جیسے دانت۔ سرو قد۔ کسی یونانی سنگ تراش کا مجسمہ ہی معلوم ہو رہی تھی۔

ماریا کو اس پر پیار آ رہا تھا اس کا جی چاہتا تھا کہ بڑھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی پیشانی چوم لے اور اس سے کہے

میری پیاری بہن! ایک دفعہ اپنے پھول کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ کھول کر مجھے باجی کہہ کر پکارو۔

لیکن اسے احساس تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اگر میں نے اسے بلانے یا چھونے کی کوشش کی تو وہ شگفتہ پھول خوف کے مارے مرجھا جائے گا۔ وہ اپنے دل پر صبر کا پتھر رکھ کر اس کے پیچھے پیچھے گرجے میں داخل ہو گئی۔

آج پہلی بار ماریا نے یسوع کے مجسمے کے سامنے جھک کر اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہا فادر! یہ زندگی کس کام کی ہے تنہا اداس اور صحرا کی طرح ویران فادر میرا جسم مجھے لٹا دو۔ اس کے کانوں میں عبادت کے گیت کی آوازیں آ رہی تھیں جیسے تمام لوگ پادری کی آواز میں آواز ملا کر گا رہے تھے۔ لیکن اب اس کا دھیان فادر کے چہرے کی طرف تھا اسے محسوس ہوا کہ فادر کا ہنستا ہوا چہرہ اسے رنجیدہ دیکھ کر غمگین ہو گیا ہے اسے اپنے کانوں میں رس گھولتی ہوئی آواز سنائی دی۔

ماریا تم تو وہ سایہ دار درخت ہو جو ماں کی ممتا کی طرح اپنا دامن پھیلائے کھڑا ہے اور جس کے مہربان سائے تلے

م اور دکھی انسانیت پناہ لیتی ہے جو خود سورج کی پوری
برداشت کرتا ہے لیکن اپنے سائے تلے آنے والے
انسانوں تک اس کی کرن نہیں پہنچنے دیتا۔ اپنے لئے
ب ہی جیتے ہیں دوسروں کے لئے جینا بہت بڑی بات
کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ اپنے حصے کی
یاں تم نے لوگوں میں بانٹ دی ہیں دنیا کے تمام دکھی اور
وم انسان تمہارے رشتہ دار ہیں۔

ماریا کو ایسا لگا جیسے گرمی کی تمازت سے جھلستے ہوئے سان اچانک ابر نے سایہ کر دیا ہو۔ جیسے مدتوں پیاسے انسان کے حلق میں کسی نے شہد کی بوندیں دی ہوں اسے اپنی ذات پر ندامت کی بجائے اب ہونے لگا تھا۔ وہ کلی کی طرح مسکرا کر پھول بن گئی ں نے دیکھا لوگ عبادت کے بعد واپس جا رہے تھے بھی اپنی سہیلی کے ساتھ جا رہی تھی ماریا ایک دفعہ پھر ں کے پیچھے چل دی۔

ماریا خیالوں میں کھوئی ہوئی گرجے سے باہر آ گئی اور پھر نہیں سن کر اس کے خیالات کا طلسم ٹوٹ گیا روز کی یلیاں بری طرح چیخ رہی تھیں اور بتا رہی تھیں کہ چار اب پوش گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے آئے اور روز کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھا کر لے گئے۔

ماریا نے دیکھا جس سمت لڑکیاں اشارہ کر رہی تھیں اسی سمت اُسے گھوڑ سے جاتے ہوئے نظر آئے۔

ماریا نے اسی سمت اپنی مخصوص چال میں دوڑنا یا اُڑنا شروع کر دیا کیوں کہ یہ اُڑنے اور دوڑنے کی ملی جلی صورت تھی۔

گھوڑ سوار شہر کی بھیڑ بھاڑ سے نکل چکے تھے لیکن دور ہونے کے باوجود ماریا نے انہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا وہ برابر ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ شہر سے نکلنے کے بعد اب ان کی رفتار اور تیز ہو گئی تھی ماریا نے بھی اپنی رفتار کو آخری حد تک پہنچا دیا۔

اب شہر کافی پیچھے رہ گیا تھا اور وہ چاروں روز کو لے کر درختوں کے درمیان بنے ہوئے کچے راستے پر ہو لئے تھے۔

ماریا کی تیز رفتاری نے ان کے اور ماریا کے درمیان فاصلہ کافی کم کر دیا تھا۔ آگے جانے والے سواروں نے اب دائیں طرف مڑ کر چھوٹی بڑی پہاڑیوں والے میدان میں گھوڑے ڈال دیئے تھے یہاں درختوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ جس کا فائدہ ماریا کو پہنچ رہا تھا۔

ں وہ خواہ اپنی رفتار کتنی ہی بڑھا دیں ماریا کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتے تھے پہلے تو روز کی چیخوں کی ہلکی ہلکی آواز ماریا کے کانوں تک آ رہی تھی لیکن وہ اب وہ آواز بھی خاموش ہو گئی تھی۔ اور ماریا سمجھ گئی تھی کہ روز خوف اور صدمے سے بے ہوش ہو گئی ہے۔

کافی دور تک ان پہاڑی راستوں پر سفر کرنے کے بعد گھوڑ سوار ایک دفعہ پھر بائیں طرف مڑ کر ایک قدرے بلند ٹیلے کے پیچھے غائب ہو گئے۔

ماریا کو تشویش ہوئی لیکن اس ٹیلے سے بائیں طرف مڑنے کے بعد اب سیدھا راستہ ایک بڑے ٹیلے کے پاس جا کر ختم ہوتا تھا۔ جس پر پرانی وضع کی ایک قلعہ نما حویلی بنی ہوئی تھی۔ چاروں گھوڑ سوار اس کے بڑے دروازے سے جو کھلا ہوا تھا گھوڑوں سمیت اندر داخل ہو گئے۔ ماریا بھی ان کے پیچھے ہی اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

حویلی کے اندر بہت بڑا صحن تھا اصل عمارت اس صحن کے بعد شروع ہوتی تھی۔ صحن میں گھوڑوں کو باندھنے کے لئے ایک اصطبل نما جگہ بنی ہوئی تھی۔

ماریا نے دیکھا چاروں گھوڑے کاٹھیوں سمیت یہاں بندھے ہوئے تھے۔ لیکن سوار شاید روز کو لے کر عمارت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندر چلے گئے تھے ۔ ماریا نے اندازہ لگا لیا کہ ان چاروں
کو فوراً واپس جانا ہے اسی لئے گھوڑوں سے کاٹھیاں ابھی
تک نہیں اتاری گئیں ۔

ماریا نے سوچا اب یہ کہ کہاں جائیں گے اندر حویلی ہی
کے کسی کمرے میں اپنے مالک کے سامنے روز کو پہنچا کر کسی
دوسرے حکم کے منتظر ہوں گے ۔ حویلی سے صاف ظاہر ہے
کسی کاؤنٹ یا لارڈ کی ہو گی اور یہ لوگ اس اوباش رئیس
کے دلال ہوں گے ۔ جو خوب صورت لڑکیاں اغوا کر کے
اسے لا کر دیتے ہوں گے ۔ ماریا کو شرارت سوجھی اس نے
چاروں گھوڑوں کے تنگ ڈھیلے کر دیئے ۔ تنگ چمڑے کی
وہ بندش ہوتی ہے جس سے کاٹھی مضبوطی سے گھوڑے کی
کمر سے کس دی جاتی ہے تاکہ سوار کے بیٹھنے پر وہ اپنی
جگہ سے نہ ہل سکے اور اگر یہ بندش ڈھیلی ہو جاتے تو
کاٹھی اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتی اور سوار گھوڑے کے تیز
بھاگتے ہی گر پڑتا ہے ۔ یہ بندش ڈھیلی کرنے کے بعد
ماریا اصل عمارت کی طرف بڑھ گئی ۔

اسے حیرت ہو رہی تھی کہ اتنی بڑی حویلی میں
اسے ایک بھی آدمی یا محافظ نظر نہیں آ رہا تھا وہ اصل
عمارت میں داخل ہو گئی اور ایک طویل راہ داری

طے کرنے کے بعد ایک دروازے پر پہنچ گئی جو کھلا ہوا
ہوا تھا اور جہاں سے آہٹوں کی آواز آ رہی تھی ۔
ماریا چوں کہ کسی کو نظر ہی نہیں آ سکتی تھی اس لئے
اسے کسی احتیاط کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ اس نے دیکھا
یہ کمرہ کوئی خواب گاہ تھا جہاں اخروٹ کی لکڑی
سے بنا ہوا ایک پلنگ پڑا تھا جس پر ہاتھی دانت
کا کام بڑی صفائی سے کیا گیا تھا اور اسی قسم کا پورا
فرنیچر تھا ۔ زمین پر ایک دبیز قالین بچھا ہوا تھا اور
چھت سے ایک بڑا سا جھاڑ لٹک رہا تھا کمروں کی
دیواروں پر زمین سے چار چار فٹ تک نہایت قیمتی باڈر
لگا ہوا تھا ۔ دیواروں پر نہایت ہی عمدہ مناظر والے
قالین لگے ہوئے تھے جن میں کسی پر شیر کے شکار کا
پورا منظر نظر آ رہا تھا اور کسی پر کوہسار اور آبشار ایسی
خوب صورتی سے بنے ہوئے تھے کہ ان پر حقیقت کا
گمان ہوتا تھا ۔ درمیان میں ایک گول میز پڑی تھی جس
کے گرد کرسیاں پڑی تھیں ۔ میز پر ایک بہت بڑا گلدان
پڑا تھا جس میں مختلف قسم کے رنگ برنگے پھول لگے
ہوئے تھے ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک طرف ایک بہت بڑی نقش والی الماری پڑی تھی جو غالباً لباس وغیرہ کے لئے تھی۔ دوسری طرف ایک قد آدم آئینہ لگی سنگار میز موجود تھی۔ اس پر بھی ہاتھی دانت سے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں شیشے کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا چکور تالاب تھا جس میں رنگ برنگی مچھلیاں تیرتی پھر رہی تھیں۔ یہ سب کچھ تو ماریا نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا تھا۔

چاروں نقاب پوش گول میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے روز اس پلنگ پر بے ہوش پڑی تھی اور اس کے سرہانے ایک نہایت قوی الجثہ حبشی غلام اس طرح خاموش کھڑا تھا جیسے یہ سب کسی میت پر اکٹھے ہوں۔ حبشی کا کسرتی بدن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی تنی ہوئی نسیں اور ابھری ہوئی مچھلیاں ظاہر کرتی تھیں کہ وہ بلا شبہ طاقت ور آدمی ہے انسان سے زیادہ وہ ماریا کو فولاد سے ڈھالا ہوا مجسمہ نظر آیا۔

ماریا بھی کمرے میں جا کر ان کی طرح خاموش کھڑی ہو گئی۔ شاید یہاں بولنے کا رواج نہیں تھا پھر فولاد کے مجسمے کو حرکت ہوئی اور وہ حبشی اطمینان کر لینے کے بعد کہ لڑکی زندہ ہے کیوں کہ روز نے کروٹ بدلی تھی

الماری کے پاس گیا اور اسے کھول کر اس کے اندر سے چار بھری ہوئی تھیلیاں نکالیں اور ان چاروں نقاب پوشوں کے سامنے میز پر رکھ دیں ان کو ان چاروں نے خاموشی سے اٹھایا اور واپس لوٹ گئے۔

ماریا بھی ان کا تماشا دیکھنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے باہر آگئی۔

ان چاروں نے اپنے گھوڑے کھولے اور انہیں لے کر بڑے دروازے سے باہر نکل گئے۔ دروازے سے تھوڑی ہی دور اترائی شروع ہوتی تھی کیوں کہ یہ حویلی ٹیلے پر بنی ہوئی تھی اور زمین سے اس کی بلندی تین چار سو فٹ تھی۔

چاروں باہر نکل کر گھوڑوں پر چلانگیں لگا کر بیٹھے اور انہیں ایڑ لگا کر اترائی پر چھوڑ دیا۔ گھوڑے تیزی سے اترتے چلے گئے۔ اور درمیان میں جا کر بندشیں ڈھیلی ہونے کے سبب جوں ہی گھوڑوں نے ایک موڑ کاٹا چاروں سوار گھوڑوں سے گر کر لڑھکتے ہوئے ڈھلوان کی طرف چلے گئے پہاڑی کے دامن میں لمبے لمبے کانٹوں والی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں جن میں جا کر وہ گرے اور کانٹوں نے ان کے جسموں کو بڑی طرح زخمی کر دیا اور ان کے کپڑے تار تار ہو گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روز پلنگ پر بیٹھی حیرانی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ پھر جوں ہی اس کی نظر حبشی پر پڑی جو بڑا ادب کے ساتھ سر جھکائے غلامانہ انداز میں کھڑا تھا اس کی چیخ نکل گئی۔ لیکن اس پتھروں کی بنی حویلی کے باہر کی اس کی آواز سننے والا کون تھا۔ پھر اس نے سہمے ہوئے انداز میں حبشی سے کہا

تم کون ہو۔۔۔ میں کہاں ہوں؟ ماریا ایک کرسی پر بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

حبشی نے نہایت ادب سے جواب دیا یور ہائنس آپ اپنی خواب گاہ میں ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

روز نے حیرت سے اپنے جسم کو ٹٹول کر دیکھا کہ کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا حقیقت تھی۔ اس نے کہا

لیکن میں تو شہزادی نہیں ہوں تمہیں دھوکہ ہوا ہے۔ میں تو ایک معمولی لڑکی ہوں۔

حبشی نے کہا یور ہائنس شاید آپ نے کوئی خواب دیکھا ہے یا آج آپ کی طبیعت ناساز ہے میں ابھی آپ کے لئے پھلوں کا رس لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ امید ہے کہ اس پینے سے طبیعت بحال ہو جائے گی۔

حبشی کو اس طرح انکساری سے پیش آتے دیکھ کر روز کا خوف قدرے کم ہو گیا تھا اور اس کی جگہ سوچ نے لے لی تھی وہ اپنے دماغ پر زور ڈال کر سوچ رہی تھی میں بھلا شہزادی کیسے ہو گئی میں تو ایک معمولی خاندان کی لڑکی ہوں۔ جس کا باپ ایک چھوٹی سی دکان کا مالک ہے۔ حبشی جا چکا تھا۔

ماریا روز کی پریشانی سے محظوظ ہو رہی تھی ابھی پوری رات پڑی تھی اس لئے اس نے روز کو بلانے کی کوشش نہ کی تھی۔

وہ خاموشی سے تماشہ دیکھ رہی تھی کہ یہ کیا گورکھ دھندا ہے یہ کس کی حویلی ہے اور یہاں کس قسم کا کاروبار ہوتا ہے کہ ایک خوب صورت لڑکی کے بدلے چار سکوں کی بھری تھیلیاں ملتی ہیں۔ ابھی تک مالک قسم کا کوئی آدمی بھی سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ اس حویلی کا مالک حبشی تو ہو سکتا نہیں ضرور کوئی اور ہے جو یہاں موجود نہیں۔ وہ جو کوئی بھی ہے نہایت ہی پر اسرار ہے اور محتاط بھی اسی لئے اس نے اتنی بڑی حویلی کے باوجود یہاں نوکروں کی فوج اکٹھی نہیں کر رکھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صرف ایک ہی حبشی غلام ہے جو یہاں کا محافظ ہے اور غلام بھی ہے اور ضرورت پڑنے پر اپنی طاقت کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے۔ ماریا یہ سب کچھ سوچتی ہوئی حویلی سے باہر نکل گئی۔

حبشی ایک تھال میں ایک خوب صورت صراحی اور گلاس لے کر آیا اور پلنگ کے ایک طرف ایک میز پر رکھ دیا۔ پھر صراحی سے میں سے پھلوں کا رس گلاس میں انڈیل کر بڑے ادب سے روز کو پیش کیا۔

حبشی جب ایک باورچی خانے نما کمرے میں پھلوں کا رس صراحی میں ڈال رہا تھا تو اس نے ایک الماری کھولی جس میں مختلف قسم جڑی بوٹیوں کو پیس کر ڈبوں میں رکھا ہوا حبشی نے ایک ڈبہ اٹھایا اور ہنس کر کہا بے ہوشی کا سفوف نہیں ابھی تو اسے طاقت کی ضرورت ہے

پھر حبشی جوں ہی کسی کام سے باہر گیا ماریا نے رس میں یہی سفوف ڈال دیا اور خود ماریا نے روز سے آ کر کہا یہ شربت مت پینا۔

روز حیران رہ گئی اسے آواز سنائی دی تھی لیکن کوئی نظر نہ آیا تھا۔

روز کا گلا واقعی چیخ و پکار سے خشک ہو رہا تھا اور اسے کسی

مشروب کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ ڈر رہی تھی کہ خدا جانے اس مشروب میں کیا پڑا ہے۔ جو غیبی آواز نے منع کیا ہے۔

حبشی غلام نے فوراً ہی اس کی صورت سے محسوس کر لیا کہ اور صراحی سے چلّو میں مشروب ڈال کر خود ہی روز کو پی کر دکھایا اور کہا یور ہائنس وفاداروں پر بدگمانی اچھی نہیں ہوتی لیکن ایک گھونٹ پینے کے فوراً بعد ہی حبشی کا سر چکرا گیا اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر آ رہا۔ جب کہ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ روز کے ہاتھ سے گلاس پلنگ پر ہی گر گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ بھول وتی کے روپ میں

جیون رام مداری کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اسے اپنی بیٹی کا نعم البدل مل گیا تھا۔ ناگ مہا ناگ دیوی کلاوتی کے سراپ پر لڑکی بن چکا تھا اور ناچ گا کر جیون رام کے گھرانے کا کفیل بن گیا تھا۔ وہ سانپ کو مارنا نہ چاہتا تھا کیونکہ سانپ تو اس کے ہم قوم اور رعایا میں سے تھے لیکن تقدیر کا وار تو سہنا پڑتا ہے۔ یکایک اسے سانپ کے انکار کرنے پر غصہ آگیا اور پھر خدا جانے اس کے ہاتھ میں پتھر کہاں سے آگیا تھا جس کا وار سیدھا سانپ کے سر پر پڑا۔ یا یوں سمجھو شاید اس سانپ کا ہی وقت پورا ہو گیا تھا۔ اس کی موت ناگ کے ہاتھوں لکھی تھی اور ناگ کی تقدیر میں یہ سزا کاٹنا تھا۔ لیکن اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا۔

ناگ دن بھر جیون رام مداری کے ساتھ ناچتا گاتا اور رات پھر عنبر کے متعلق سوچتا کہ خدا جانے وہ کہاں ہے۔ اور اب اس سے کب ملاقات ہوگی۔ کیونکہ دیوی کے کہنے کے مطابق صرف عنبر ہی اسے اس سزا سے نجات دلا سکتا تھا۔ ماریا کا بھی کچھ پتہ نہ تھا۔

ناگ اپنے آپ کو لڑکی کے روپ میں دیکھ کر بہت پریشان تھا۔ لیکن جتنا وہ پریشان تھا، اتنا ہی جیون رام خوش تھا۔ اس کی آمدنی کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

بالک رام کو تو ناگ سے اپنی سگی بہن سے زیادہ پیار ہو گیا تھا۔ وہ تو سوتا بھی رات کو ناگ ہی کے ساتھ تھا۔

جیون رام کی بیوی ناگ کی بلائیں لیتی نہ تھکتی تھی۔ کبھی کبھی ناگ یہ سوچ کر خوش ہو جاتا تھا کہ وہ کسی غریب گھرانے کے کام تو آ رہا ہے اور اس کی اس سزا سے کئی انسان رات کو پیٹ بھر کر روٹی تو کھانے لگے ہیں۔ اس لئے ناگ سب کچھ بھول کر دن رات اس گھرانے کی خدمت میں لگا رہتا تھا اور اس نے اپنے آپ کو حالات کے سپرد کر دیا تھا۔

لیکن آجکل وہ عجیب الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ اس شہر کے سب سے بڑے رئیس لالہ امی چند کا لڑکا مول چند جو نوجوان تھا اور باپ کے مرنے کے بعد ایک بہت بڑی جاگیر اور دولت کا مالک تھا۔ ناگ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔

جیون رام نے ناگ کا نام بھول وتی رکھ دیا تھا اور اس کی خوبصورتی کے چرچے سارے شہر میں پھیل گئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسے سُن کر مول چند کا بھی دل چاہا کہ جاکر پھول وتی کے درشن کر آئے۔

اور پھر ایک روز اس نے پھول وتی کو بازار میں ناچتے دیکھ لیا اور اس پھول کو اپنے گلے کا ہار بنانے کا فیصلہ کر لیا اس نے جیون رام کو اپنی حویلی بلاکر پوچھا کہ دن بھر میں تم کتنی کمائی کر لیتے ہو۔

جیون رام نے اس زمانے کے سکّے کے مطابق کچھ بڑھا چڑھا کر اپنی کمائی مول چند کو بتا دی۔

مول چند نے کہا مداری میں تمہیں اس سے دوگنا زیادہ دے سکتا ہوں۔ اس شرط پر کہ تم پھول وتی کو بازاروں میں نچانا چھوڑ دو۔ تمہارا مکان ٹوٹا پھوٹا ہے۔ میں تمہیں رہنے کے لئے اپنی حویلی میں کئی عالیشان کمرے دے دوں گا۔ تمہاری بیٹی مجھے پسند ہے۔ وہ گائے گی میرے لئے۔ ناچے گی تو میری خوشی کے لئے۔ اگر منظور ہے تو جتنا روپیہ پیشگی چاہو لے جاؤ ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ دھن دولت کی ہمارے پاس کمی نہیں لیکن جواب یہ سوچ کر دینا کہ ہم نے بچپن سے انکار کا نام نہیں سنا۔ جو چیز ہمیں پسند آجاتی ہے۔ اسے ہر مول خرید لیتے ہیں اور رضامندی سے نہ مل سکے تو اسے چھین لیتے ہیں۔ زبردستی حاصل کر لیتے ہیں۔ جس کے لئے ہم نے کئی ایسے آدمی پال رکھے ہیں جو ہماری خوشی کے لئے اپنی جان پر کھیل کر بھی ہماری خواہش پوری کر دیتے ہیں۔

پھر اس نے آواز دے کر ملازم سے کہا۔ منیم جی کو بلاؤ۔ منیم بھاگا بھاگا زیورات کے کئی عدد ڈبے لے کر حاضر ہو گیا۔

مول چند نے تمام زیورات کے ڈبے لے کر کھول دیئے جن میں نہایت عمدہ قسم کے سونے کے زیورات سجے ہوئے تھے اور جن میں ہیرے اور لعل جڑے ہوئے چمک رہے تھے۔

مداری کی نیت زیورات دیکھ کر ڈانواڈول ہو گئی۔ پھر بھی اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا شما کریں مہاراج۔ مجھے ایک دن کی مہلت دیں تاکہ میں پھول وتی کی مرضی بھی معلوم کر لوں۔

مول چند نے کہا دیکھو مداری ہم تمہیں اتنا دھن دولت دے دیں گے کہ وہ دولت پشتوں تک تمہارے کام آئے گی۔ تم بھوکے نہیں مرو گے۔ یہ تمام زیورات لے جاکر ہماری طرف سے پھول وتی کو پیش کر دو۔ اب تم جا سکتے ہو۔

مداری نے جلدی جلدی زیورات کے ڈبے اٹھائے اور خوشی خوشی گھر میں داخل ہوا۔ بیوی کو بلا کر تمام زیورات دکھاتے ہوئے کہا۔ "دیکھ لکشمی ہم پر مہربان ہو گئی ہے"

بیوی نے کہا۔ "ہائے۔ اتنا جیور تو ہم نے خواب میں بھی نہیں دیکھا"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تب مداری نے کہا۔ "یہ تمام زیور سیٹھ مول چند نے پھول وتی کے لئے دیئے ہیں اور کہا ہے اب وہ بازاروں میں نہیں ناچے گی۔ وہ ہمیں ہماری روز کی کمائی سے دگنی دہاڑی دے گا اور پھر رہنے کے لئے بھی اپنی حویلی میں بڑے بڑے کمرے۔"

بیوی نے خوش ہو کر کہا: "ہائے دیا حویلی میں کمرے۔" اور پھر زیورات کو دیکھ کر کہا۔ "دیکھو جی یہ سارے جیور پھول وتی کو مت دے دینا۔ کچھ میرے لئے بھی الگ رکھ دو۔"

مداری نے بیزاری سے کہا۔ "ارے تو بھی لے لینا پر ذرا پھول وتی کے کان میں بھی یہ بات ڈال دے تو اچھا ہے۔ وہ ہے کہاں؟"

بیوی نے کہا: "ابھی ابھی منے کو نہلانے ندی کنارے گئی ہے۔"

مداری نے کہا: "مجھے ڈر ہے۔ اگر پھول وتی نہ مانی تو کیا ہوگا۔ مول چند نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم نے انکار کیا تو میرے پاس طاقت بھی ہے۔ زبردستی پھول وتی کو حاصل کر لوں گا۔ تو ایسے کر۔ ابھی جا کر پھول وتی کو گھر لے آ اس سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔"

بیوی نے جواب دیا: "وہ تو میں لے آتی ہوں۔ مگر دو تین ڈبے ادھر ادھر کر لو جی ہمارے لئے۔"

مداری نے کہا۔ "اری بھاگوان۔ فکر کیوں کرتی ہے۔ تو جا پھول وتی کو گھر واپس لا۔"

ابھی یہ باتیں ہی رہی تھیں کہ پھول وتی بالک رام کو نہلا کر واپس آ گئی۔ کمرے میں زیورات کے ڈبے پڑے جو دیکھے تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور کہا۔ "بابا یہ کہاں سے اٹھا لائے؟"

جیون رام نے کہا۔ "بٹیا یہ تمام زیور تیرے لئے ہے وہ جو اپنے شہر کے سب سے بڑے امیر سیٹھ مول چند ہیں نا۔ انہوں نے تجھے ملازم رکھ لیا ہے۔"

ناگ نے حیرت سے کہا: "ملازم رکھ لیا ہے؟"

"ہاں بٹیا۔" مداری نے جواب دیا: "ناچ گانے کے لئے۔"

ناگ نے سب کچھ سمجھ کر کہا۔ "بابا یہ دھن والے بڑے ظالم ہوتے ہیں۔ برسات کی دھوپ کی طرح ان کا کیا اعتبار۔ پل بھر میں نیت بدل لیتے ہیں۔ جب دال روٹی بھگوان کھانے کو دے رہا ہے تو پھر ہمیں لالچ نہیں کرنا چاہئے۔ وہ دولت سے ہماری عزت خریدنا چاہتے ہیں اور غریب کے پاس عزت کے سوا رکھا ہی کیا ہوتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مداری نے قدرے مایوس ہوتے ہوئے کہا "بھولی وتی! بیٹی بادشاہ کی ہو یا فقیر کی۔ ایک دن تو اسے اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔ میں کب تک تیری جوانی کو اپنی مجبوریوں کی آگ میں جلاتا رہوں گا۔ تو میرے منہ میں روٹیاں ٹھونسنے کے لئے کب تک اپنی جوانی کو روگ لگائے رہے گی۔ غریب کی جھونپڑی میں چاند اتر آیا ہے ایسا بر تو نصیبوں والوں کو ہی ملتا ہے۔ تو ہمارے لئے اپنے نصیب خراب مت کر۔ میرا کہا مان لے۔ وہ زوراور ہے۔ اس نے ہر حال میں اپنی مرضی کرنی ہے۔ جب ہار جیت کے دونوں پانسے اسی کے ہاتھ میں ہیں تو پھر دھن دولت کو ٹھکرا دینا تو عقلمندی نہیں۔"

"ہار جیت کے پانسے خدا کے ہاتھ میں ہیں بابا۔ اس کی مرضی کے بنا کچھ نہیں ہوتا۔ تم میری اصلیت جانتے ہوئے بھی یہ فیصلہ کر بیٹھے ہو۔ تمہیں تو معلوم ہے جو میرا ظاہر ہے میں وہ نہیں ہوں۔

مداری نے کہا۔ "بیٹی لوگ تو تیرا ظاہر دیکھ رہے ہیں اگر تیرے اس روپ سے ہماری مفلسی اور غریبی بدل سکتی ہے تو یہ احسان بھی ہم پر کر ڈالو۔ ہماری سات پشتیں امیر ہو جائیں گی اور تمام عمر تمہیں دعائیں دیتی رہیں گی۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو دھن دولت بھی ہاتھ سے جائے گی اور وہ زبردستی اپنے آدمیوں سے تجھے اٹھوا کر منگوا لیگا۔"

ناگ نے کہا۔ "یہ اس کی بھول ہے بابا۔ مول چند تو کیا۔ اس شہر کے تمام لوگ بھی مل کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ دھن دولت کی تم فکر نہ کرو یہ مجبوری صرف میرے بھائی عنبر کے آنے تک ہے۔ میں تمہارا گھر سونے سے بھر دوں گا۔ یہ دیوی کا سراپ ہے جو جلدی ختم ہو جائے گا۔ تم یہ زیورات لے جا کر اس کے منہ پر مارو۔ فکر مت کرو۔ وہ تمہیں یا تمہارے گھر والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا"۔

○

مول چند اپنی جگہ سے اس طرح اٹھا جیسے کسی بچھو نے اسے ڈنگ مار دیا ہو۔ اس نے ٹھوکر سے زیورات کے ڈبے زمین پر بکھیر دیئے اور چیخ کر کہا۔ مادھو!

پھر مداری نے دیکھا سات فٹ کا کالا بھجنگ ایک دیو نما انسان، منہ پہ آنکھ سے لے کر دہانے تک زخم کا لمبا سا نشان، سرخ اور موٹی موٹی آنکھیں، ناک طوطے کی طرح لمبا اور قدرے مڑا ہوا۔ بچھو کی طرح آگے سے موٹی اور پیچھے سے باریک مونچھیں، ضرورت سے بھی ذرا بڑا سر اگھٹا ہوا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درمیان میں ہاتھ بھر کی موٹی اور لمبی چوٹی، گھنی اور آپس میں ملی ہوئی بھنویں، چوڑے شانے، گھٹنوں تک لمبے ہاتھ، ابھری ہوئی چھاتی، مست ہاتھی کی طرح سے جھومتا ہوا آ کر کھڑا ہو گیا۔

مول چند نے بڑے غرور کے ساتھ مداری کی طرف دیکھا جو ڈر کے مارے بیدِ مجنوں کی طرح کانپ رہا تھا اور ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔ پھر مادھو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "مادھو! آج ہی رات اس مداری کی ناچنے والی چھوکری میری حویلی میں ہونی چاہیے"۔

مادھو نے غرانے والے انداز میں مداری کی طرف دیکھ کر کہا "اس چوہے کو حکم ہو تو دُم سے پکڑ کر باہر پھینک دوں"

مول چند نے طنزاً مسکراتے ہوئے کہا "مر جائے گا سالا"۔ پھر نفرت سے مداری کو کہا۔ "جا بھاگ جا۔ تجھے دن بھر کا وقت دیتا ہوں۔ ہو سکے تو زمین کے اندر یا آسمان کے اوپر جہاں چاہے اپنی چھوکری کو چھپا دے۔ مادھو اسے ڈھونڈھ نکالے گا اور وہ آج ہی رات ہماری حویلی میں ہو گی۔ میں نے تجھے سمجھا دیا تھا کہ میرے کان نہ سننے کے عادی نہیں۔ موری کی اینٹ کو محل پر میں نے لگانا چاہا تھا۔ مجھے کیا علم تھا وہ گندی نالی ہی میں رہ سکتی ہے۔ تجھے زندہ اس لئے

چھوڑ دیا ہے کہ جا کر اسے بتا دے۔ ہمارا فیصلہ تو تقدیر بھی نہیں بدل سکتی۔ اب وہ عزت اور احترام سے نہیں، لوٹ کے مال کی طرح لائی جائے گی۔ مادھو اس کتے کو ٹھوکر مار کر باہر نکال دے جیسے کھیر ہضم نہیں ہوئی"۔

مادھو نے آگے بڑھ کر خوف سے سمٹے ہوئے مداری کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور لے جا کر حویلی سے باہر پھینک دیا۔

گھر میں مداری کی بیوی پھول وتی یعنی ناگ کو سمجھا رہی تھی کہ تو نے زیور واپس کر کے اچھا نہیں کیا بیٹی۔ گھر آئی لکشمی کو ٹھکرانا اچھی بات نہیں۔ مول چند ضدی آدمی ہے۔ اس کے پاس دولت بھی ہے اور طاقت بھی۔ تو اگر اس کی ضد بن گئی تو وہ تجھے زبردستی اٹھوا کر اپنی حویلی لے جائے گا۔ ہم میں سے کون ہے جو اس کا راستہ روکے گا۔

اسی دوران میں مداری بُرے حالوں گرتا پڑتا گھر میں داخل ہوا۔ بیوی نے اس کی حالت دیکھ کر چھاتی پیٹ لی اور کہا دیکھ لے اپنے بابا کی حالت۔ اگر تو ہماری سگی بیٹی ہوتی تو اپنے باپ کی یہ حالت نہ بنواتی۔

ناگ کے دل پر ٹھیس لگی۔ اس نے سوچا یہ کیسی دنیا ہے جہاں جتنا مرضی کسی پر احسان کر دو اس کا صلہ برائی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے آگے بڑھ کر مداری سے کہا۔" بابا تمہاری یہ حالت مول چند نے بنائی ہے؟"

مداری نے کہا۔" ابھی کیا ہوا ہے۔ اس نے تو مجھے زندہ اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ تجھے آکر بتا سکوں کہ وہ آج ہی رات اپنے غنڈوں سے اٹھوا کر تجھے اپنی حویلی میں منگوا لے گا نہ جانے رات کو ہماری کیا حالت ہوگی۔ مول چند بہت بُرا آدمی ہے"۔

ناگ نے غصے سے کہا۔" بابا اس نے اپنی شامت کو آواز دی ہے۔ تم ایسا کرو اپنے بیوی بچوں کو لے کر ایک کمرے میں بند ہو جاؤ اور مجھے باہر رہنے دو اور پھر چھپ کر ان پالتو کتوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ ان کی صورت بھی پہچاننے کے قابل نہیں رہے گی۔"

مداری نے کہا۔" تو پاگل ہو گئی ہے۔ کہاں ایک نازک سی چھوری اور کہاں وہ کڑیل جوان مادھو۔ تو اس کی شکل دیکھ کر ہی بے ہوش ہو جائے گی۔"

ناگ نے کہا۔" بابا مجھے اور غصہ نہ دلاؤ ورنہ ابھی اس کی حویلی میں جا کر اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ پھول وتی تو میں تمہارے لئے بنا ہوا ہوں آج رات میری اصلیت بھی دیکھ لینا۔ اب تک تو میں تمہارا

گھر چلانے کے لئے تمہاری مدد کرنے کے لئے سب کچھ کر رہا تھا۔ اس لئے کہ تمہارے بیوی بچے بھوکے نہ مریں لیکن آج تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا جیسے تم شبنم کی طرح نازک خیال کر رہے ہو، وقت آنے پر کیسے شعلہ بن جاتا ہے۔ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرنا۔ میں جانتا ہوں دولت انسان کا ایمان کمزور کر دیتی ہے۔ اسی کی ہوس ہر انسان کو ہوتی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں یہاں سے جانے سے پیشتر تمہیں مول چند سے چار گنا زیادہ دولت دے کر جاؤں گا۔"

O

محلے کے لوگ مادھو اور اس کے ساتھیوں کو ہتھیاروں کے ساتھ آتا دیکھ کر اپنے گھروں کے دروازے ڈر کے مارے بند کر کے بیٹھ گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مول چند سیٹھ کے یہ خونخوار بھیڑیے کسی کی قضا بن کر آئے ہیں۔ لوگ طوفان کی طرح اٹھتے ہوئے قدموں میں نہیں آنا چاہتے تھے جو بادل کی طرح گرجتے اور بجلی کی طرح کڑکتے ہوئے آ رہے تھے اور اسی حالت میں وہ جیون رام مداری کے گھر میں داخل ہوئے۔ جہاں صحن میں چراغ روشن تھا اور تنہا پھول وتی کھڑی تھی۔

مادھو نے اسے دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ مداری بہت عقلمند آدمی ہے۔ اس نے پہلے ہی تمہیں باہر نکال کر کھڑا کر دیا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے گیہوں کے ساتھ گھن بھی پیس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاتے ہیں - اس نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ہڈی پسلی بچانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ اری پھول وتی تو تو کانچ کی بنی ہوئی گڑیا کی طرح سے ہے۔ تجھے اگر زور سے پکڑا گیا تو ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جائے گی۔ اس بات پر سب نے بڑی زور سے قہقہہ لگایا۔

ناگ نے کہا۔ "خوب زور سے جی بھر کے ہنس لو کیونکہ اس کے بعد محلے والوں کو تمہاری چیخیں سنائی دیں گی۔"

اس بات پر ایک بار پھر سب نے قہقہہ لگایا اور مادھو نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا۔ پھول وتی نے زمین پر لوٹ لگائی اور ہاتھی بن گئی۔

مادھو سمیت سب بدمعاش آنکھیں مل کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ میں مادھو کو اٹھایا اور گھما کر زمین پر دے مارا۔ مادھو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اب بدمعاشوں کو فکر ہوئی اور انہوں نے بھاگنے کے لئے دروازے کی طرف کھسکنا چاہا۔ لیکن ہاتھی نے ان کا راستہ روک لیا۔

مادھو زمین پر پڑا چیخ رہا تھا اور اس کی چیخیں سن کر اس کے ساتھی ڈر کے مارے کانپ رہے تھے کیونکہ وہ سب سے زیادہ طاقت ور اور ان کا سردار تھا۔ ہاتھی نے پھر ایک ساتھ دو معاشوں کو سونڈ میں لپیٹ کر اوپر اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ دونوں کی چیخوں سے محلہ گونج اٹھا۔ بقایا تین چار کا بھی یہی حشر ہوا۔

مداری اور اس کی بیوی حیرت سے یہ سب کچھ کمرے کے اندر چھپے دیکھ رہے تھے۔ زمین پر پڑے بدمعاش چیخیں مار رہے تھے۔

ناگ ہاتھی سے پھر پھول وتی بن گیا۔ اس نے اندر سے مداری کو بلایا اور کہا بابا ایسا کرو ایک بڑی سی ڈولی اور چار کہار لے کر آؤ۔ ساتھ میں بینڈ باجا بھی لیتے آنا۔

مداری فوراً چلا گیا۔

پھول وتی نے زمین پر پڑے ہوئے بدمعاشوں سے کہا "میں نے کہا تھا نا کہ تمہارے قہقہے ابھی چیخوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ طاقت کے نشے میں ایک کمزور مداری کے گھر کو لوٹنے چلے آئے تھے۔ دیکھ لو غرور اور تکبر نے تم لوگوں کا سر کیسا نیچا کر دیا ہے۔ کمزور کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔ خدا اگر چاہے تو چڑیوں سے باز اور چیونٹیوں سے ہاتھی بھی مروا دیتا ہے۔ غرور اور تکبر صرف خدا کے لئے ہے۔ انسان تو ایک مٹھی خاک سے بنا ہوا ہے۔ ظلم پھر ظلم ہے۔ بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔

اتنے میں مداری دو ڈولیاں لے آیا اور کہا "بیٹی بڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈولی نہیں ملی تھی۔ دو ڈولیاں لے آیا ہوں۔"

پھول وتی نے کہا۔ "اچھا کیا۔ اب میری مدد کرو بابا اور ان سب کو دو ڈولیوں میں ڈال دو۔"

پھر دونوں نے مل کر سارے بدمعاشوں کو ڈولیوں میں ڈال دیا اور ان میں سے ایک میں پھول وتی بھی بیٹھ گئی۔ کہاروں سے کہا ڈولیاں مول چند سیٹھ کی حویلی لے چلو۔

پھول وتی نے کہا۔ بابا تم پیدل ان کے ساتھ آؤ۔ ساتھ ڈھول اور باجے بھی لے لو۔ اور مول چند سے کہو میں اپنی ایک بیٹی کی بجائے دو بیٹیوں کو ڈولیوں میں بٹھا کر لے آیا ہوں۔ خود اس لئے ساتھ آیا ہوں کہ اپنی غلطی کی معافی مانگ لوں۔ دونوں میں سے جو پسند ہے اسے رکھ لیں۔ دوسری کو واپس لے جاؤنگا۔

مداری نے کہا سمجھ گیا۔

ڈولیاں ساتھ ڈھول اور باجے کے حویلی میں پہنچیں تو مول چند خود حویلی کے صحن میں نکل آیا اور مداری کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "یہ سب کیا ہے؟"

مداری نے کہا۔ "مہاراج مجھ سے خطا ہوئی۔ بھلا کہاں سیٹھ مول چند اور کہاں غریب مداری۔ کہاں راجا بھوج اور کہاں گنگا تیلی۔ اپنی غلطی کی معافی کے لئے ایک کی بجائے دونوں بیٹیوں کو اپنے ساتھ ڈولیوں میں بٹھا کر لے آیا ہوں۔ جو پسند ہو اسے رکھ لیں۔ دوسری کو واپس لے جاؤں گا۔"

مول چند نے مونچھوں پہ تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ "آدمی سمجھدار ہو مگر ذرا دیر سے سمجھتے ہو یا ہمارے شیروں نے تمہیں سمجھا دیا ہوگا۔ اب تم دونوں بیٹیوں کو لے ہی آئے ہو تو میں تمہارا دل تھوڑی توڑوں گا۔ دونوں میں رکھ لوں گا۔ انعام بھی تو دگنا ہو جائے گا۔"

مداری نے کہا۔ "مہاراج کی کرپا ہے۔"

مول چند نے نوکر کو آواز دے کر کہا۔ "برجو تمام حویلی کی داسیوں سے کہو دلہنوں کو ڈولیوں سے اتار کر اندر لے جائیں۔"

تمام داسیاں بھاگی ہوئی آئیں۔ اس دوران میں مول چند نے مداری سے کہا ہمارے بہادر آدمیوں نے تم پہ جو زیادتی کی ہے اس کے لئے ہمیں افسوس ہے۔ ہم ان سے ابھی کہیں گے کہ وہ تم سے معافی مانگیں اور ابھی منیم جی سے کہہ کر تمہیں انعام میں سونا اور موتیوں سے تمہارا دامن بھر کر بھیجیں گے۔

اتنے میں داسیوں کی چیخیں سن کر مول چند متوجہ ہو گیا۔ ڈولیوں میں اس کے بہادر شیروں کی لاشیں پڑی تھیں جبکہ پھول وتی خود ہی باہر آ گئی۔

مول چند نے غصے اور حیرت سے ان بہادروں کو دیکھا اور پھر جواب طلبی کے لئے مداری کی طرف نگاہ کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھول وتی نے کہا۔ "سیٹھ جی اس غریب کی طرف نہیں میری طرف نگاہ کرو۔ تمہارے سوال کا جواب میں دینے کے لئے آئی ہوں۔ ان کی طرف دیکھو یہ شیر تمہارے تکبر اور غرور کی لاشیں ہیں۔ اب تم بھی اپنے گناہوں کو یاد کرو سیٹھ۔ اپنی تجوریوں میں بند دولت کو آواز دے کر کہو تمہیں عذاب سے بچالے۔ ان بہادر شیروں سے کہو ایک کمزور اور غریب مداری کی بیٹی کو اٹھا کر تمہاری حویلی تک پہنچا دیں۔ ان طاقتور انسانوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دو۔ اس حویلی کی اونچی اونچی دیواروں سے کہو جو مظلوموں کی چیخیں سننے کی عادی ہیں کہ تمہیں اپنی پناہ میں لے لیں۔ اس لئے کہ ظلم کی داستان کا اختتام آن پہنچا ہے۔"

پھول وتی ایک دفعہ پھر ہاتھی بن گئی۔ مول چند نے اپنے ملازموں کو آوازیں دیں جو لاشوں کو دیکھ کر بھاگ گئے تھے لیکن اس کی آوازیں پتھر کی حویلی کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس لوٹ آئیں۔ اتنے بڑے دولت مند سیٹھ کا کوئی بھی ملازم اس کی امداد کے لئے نہ آیا۔ اتنی بڑی حویلی کی سنگلاخ دیواریں بھی اسے پناہ نہ دے سکیں۔ تجوریوں میں بند سونا، ہیرے، موتی بھی خاموش تماشائی بنے رہے۔ مول چند کا غرور کانچ کے ٹکڑوں کی طرح سے کرچی کرچی ہو کر ایک مظلوم مداری کے قدموں میں گر پڑا اور اس نے رو کر کہا جیون رام مجھے اس موت سے بچا لو۔

جیون رام نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا سیٹھ جی موت سے تو صرف بھگوان ہی بچا سکتا ہے۔ تم نے آج تک جو ظلم کئے تھے ان کے بدلے کا وقت آ گیا ہے۔

پھر مول چند نے ہاتھی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ لیکن ہاتھی نے اپنی سونڈ میں مول چند کو لپیٹ لیا اور پھر گیند کی طرح اوپر اچھال دیا۔

مداری نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کہار تمام بھاگ گئے اور مول چند کافی اوپر سے آ کر زمین پہ ایسا گرا کہ پھر اٹھ ہی نہ سکا۔

مداری نے کہا آخر گرے زمین پہ اونچی اڑان والے۔

ہاتھی پھر پھول وتی بن گیا۔ اس نے مول چند کی جیب سے چابیاں نکالیں اور کمرے میں جا کر ساری تجوریاں کھول دیں پھر مداری سے کہا بابا دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاتال کا سفر

جوں ہی کشتی بھنور سے نکل کر عنبر کے پاس آئی عنبر کشتی میں سوار ہو گیا۔ عنبر کو دوبارہ صحیح و سلامت دیکھ کر سویٹی کی جان میں جان آئی اور وہ خوشی کے مارے روتے ہوئے عنبر سے لپٹ گئی۔ عنبر نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹا اچھے بچے مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ ہمت اور صبر سے کرتے ہیں رویا نہیں کرتے۔

سویٹی نے جواب دیا انکل یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔ آپ کو دوبارہ دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ آنسو نکل آئے۔ قاتل بھی دوبارہ زندگی مل جانے سے بہت خوش تھے لیکن اس خوشی کی راہ میں ایک ہی کانٹا تھا جو انہیں کھٹک رہا تھا اور وہ تھا عنبر۔ برا آدمی اس کانٹوں والی جھاڑیوں کی مانند ہوتا ہے جو نا تو کسی کے لیے سایہ ہی مہیا کر سکتی ہے اور نا ہی انسان کے کسی اور کام آتی ہے سوائے اس کے پاس سے گذرنے والوں کے دامن

تار تار کر دیتی ہے۔ دراصل انسان جاڑے کے مارے ہوئے اس سانپ کی مانند ہوتا ہے۔ جو ذرا سی دھوپ کی تمازت پا کر اپنا پھن اٹھا لیتا ہے اور ڈسنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی قصہ عنبر کے ساتھ بھی تھا اس لئے ان قاتلوں کو بھنور میں ڈوبنے سے بچایا تھا لیکن زندگی بچ جانے کے بعد اب پھر وہ اس کی موت کے منصوبے بنا رہے تھے۔

سمندر پرسکون تھا اور کشتی لہروں کی آغوش میں ہلالے کھاتی منزل کی طرف جا رہی تھی۔ ابھی تک ان لوگوں کو کوئی بھی جہاز یا کشتی نظر نہیں آئی تھی جس کی وجہ سے عنبر فکرمند تھا کہ خدا جانے وہ اس کشتی پر صحیح سمت بھی جا رہے ہیں کہ نہیں۔ اگر سمت صحیح ہوتی تو ضروری تھا کہ کوئی نہ کوئی جہاز یا کشتی ان کو ضرور مل جاتی۔ عنبر اسی اُلجھن میں پڑا ہوا تھا لیکن قاتل اس کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے یہ طے کر لیا تھا جونہی عنبر رات کو سو جائے اسے سوتے میں قتل کر دیا جائے۔ اور سویٹی کو بھی سمندر میں پھینک دیا جائے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ عنبر کو تو نیند آتی ہی نہیں اور نا ہی اسے بھوک لگتی ہے اور نا ہی اس پر موسموں کا اثر ہوتا ہے وہ تو فولاد میں ڈھلا ہوا ایک ایسا انسان ہے جس پر دنیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کوئی تلوار بھی ضرب نہیں لگا سکتی یہی بات قاتلوں کے لیے رکاوٹ بنی ہوئی تھی کیوں کہ وہ لوگ جزیرے میں مقابلے کے درمیان اس بات کا تجربہ کر چکے تھے اور اسی سوچ میں مصروف تھے کہ اس فولادی انسان پر کس چیز سے ضرب لگائی جائے کہ یہ قتل ہو جائے۔

ایک نے یہ بات عنبر سے پوچھ ہی لی کہ آپ کے پاس وہ کون سا جادو ہے جس کی وجہ سے آپ پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔

عنبر مسکرا دیا اور بولا:

"تم لوگ یقین کر لو تو یہ بھی بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

دوسرے نے کہا:

"گرو یقین نہ کرنے کی کیا بات ہے تم بتاؤ ہمیں معلوم ہے تم جھوٹ نہیں بولتے۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"دوستو سب سے پہلی بات بھی یہی ہے کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نیک کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔"

تیسرے نے بات کاٹتے ہوئے کہا:

"تمہارا مقصد ہے نیکی کر کنوئیں میں ڈال۔"

عنبر نے جواب دیا:

"تم نے ٹھیک سمجھا تیسری بات یہ ہے دوستو کہ میں نے اپنی زندگی انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے دکھ درد میں انسان کے کام آتا ہوں۔ ظالم خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو میں نے مظلوم کے مقابلے میں اس کی کبھی حمایت نہیں کی ہمیشہ اس کے سامنے کلمہ حق ہی ادا کیا ہے۔ یہ ہے وہ جادو جس کا صلہ حق تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھا ہے۔ خدا پر ایمان مضبوط ہو تو انسان ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس انسان کی ساری ذمہ داری خدا خود اپنے ذمے لے لیتا ہے۔"

عنبر کی باتیں سن کر چاروں ہنسنے لگے۔ اور کہا گرو تم ہمیں پتھر کے زمانے کے انسان معلوم ہوتے ہو یا پھر ہمیں ہی بے وقوف سمجھ کر ہمارا مذاق اڑا رہے ہو۔ بھلا ان تمام باتوں کا اس چیز سے کیا تعلق ہے کہ کوئی تیز دھار ہتھیار بھی تمہارے جسم کو نہیں کاٹ سکتا۔ ضرور تمہارے پاس کوئی جادو ہے ورنہ یہ ممکن نہیں، تم دراصل ہمیں بتانا نہیں چاہتے۔

عنبر نے بے زاری سے کہا:

"میں نے بتا دیا ہے لیکن یہ باتیں تمہاری عقل اور سمجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بہت بلند ہیں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی آخر تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

ایک نے کہا:

"اتنے بھولے تو نہیں ہو کہ نہ سمجھ سکو سانپوں کے ساتھ کھیلنے والے اس کے کاٹے کا منتر ضرور جانتے ہیں۔ چیونٹی جیسا حقیر جانور بھی دب کر کاٹ لیتا ہے پھر تم جو ہم پر حکمرانی کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو ہم سے کس بھلائی کی توقع رکھتے ہو تم ہمارے پاؤں میں زنجیر نہیں پہنا سکتے تم ہمارے دشمن ہو اور ہم دشمن کو دوست سمجھنے کی حماقت نہیں کر سکتے۔"

عنبر نے بڑے صبر اور سکون کے ساتھ ان احسان فراموشوں کے بدلے ہوئے چہروں کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا:

"مجھے امید تھی تم لوگ میری مہربانی سے فائدہ اٹھاؤ گے اور میرے احسان کو یاد رکھو گے تم نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ سانپوں کو ساری عمر دودھ پلا کر بھی پالا جائے لیکن موقع ملتے ہی وہ ڈسنے سے باز نہیں آتے۔"

عنبر نے سویٹی سے کہا:

"بیٹا تم ایسا کرو کشتی کے تہ خانے میں تھوڑی دیر کے لیے

چلی جاؤ۔"

سویٹی نے معصومیت سے کہا:

"وہ کیوں انکل اوپر کوئی خطرہ ہے کیا؟"

عنبر نے کہا "ہاں بیٹے کچھ سانپ اس کشتی پر چڑھ آئے ہیں میں ذرا ان کا سر کچل دوں تو تمہیں بلا لوں گا اس وقت تک کے لیے تم تہ خانے میں آرام کرو۔"

سویٹی نے کہا:

"مگر انکل مجھے تو کوئی سانپ نظر نہیں آتا۔"

عنبر نے کہا:

"بیٹے کوئی سوال مت کرو انکل کا کہا مانو اچھے بچے بڑوں کا حکم مانتے ہیں۔"

سویٹی نے کہا:

"اچھا انکل۔"

پھر عنبر نے تہ خانے کا تختہ اٹھا دیا اور سویٹی اندر سیڑھیوں سے اتر گئی۔ عنبر نے دیکھا وہ چاروں ایک طرف اکٹھے ہو کر حملے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی فیصلہ کن مرحلہ شروع ہو کشتی میں زلزلہ سا آ گیا۔ اور کشتی بری طرح ہچکولے کھانے لگی۔ سب نے حیرت سے دیکھا اور ان کے چہروں کے رنگ موت کی زردی میں تبدیل ہو گئے وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شارک مچھلیوں میں پھنس گئے تھے جنھوں نے چاروں طرف سے اس کشتی کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا جو دعوت کی خوشی میں اچھل کود کر رہی تھیں۔ چاروں قاتلوں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور عنبر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

"دیکھ لو تمہاری نیتوں کا پھل تمہاری موت بن کر سمندر کے پانیوں سے ابھر آیا ہے۔ موت اپنے جبڑے کھولے تم سب کا انتظار کر رہی ہے۔"

چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر ایک نے تینوں سے کہا:

"مونہہ کیا دیکھ رہے ہو مرنے سے پہلے اس دشمن سے تو نپٹ ہی لو۔"

عنبر نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ میری زندگی سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے جرم کی سزا کے لیے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔"

لیکن چاروں نے کوئی جواب دینے کی بجائے عنبر پر زبردست حملہ کر دیا۔ عنبر کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اب تک ختم ہو گیا ہوتا لیکن یہ عنبر تھا۔ سب سے بہادر اور ناقابلِ تسخیر انسان اس نے ان چاروں کو اپنے مکوں اور ٹھڈوں پر رکھ لیا۔ لیکن مار کھانے کے باوجود وہ چاروں زندگی اور موت

سے بے پناہ ہو کر لڑ رہے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ وہ عنبر کو کشتی سے سمندر میں دھکیل دیں اور سب سے پہلے شارک مچھلیوں کی خوراک عنبر ہی بنے لیکن عنبر ان کے ہر حملے کو اس طرح ناکام بنا دیتا تھا جیسے اس کے سامنے قاتل اور ظالم نوجوانوں کی بجائے چار بچے ہوں۔ عنبر کا ہاتھ جس پر بھی پڑ جاتا تھا نشان چھوڑ جاتا تھا جب کہ وہ چاروں ہاتھ اس کے جسم پر آزما کر زخمی کر چکے تھے بھلا گوشت اور ہڈی کے بنے ہوئے ہاتھ پتھر اور لوہے کے جسم پر کیا اثر چھوڑ سکتے ہیں۔

آخر ان کو ایک ترکیب سوجھ گئی ان میں سے تین تو عنبر سے لپٹ گئے اور چوتھے سے کہا تہ خانے میں جا کر بچی کو ذبح کر ڈالو۔ چوتھا جلدی سے تختہ ہٹا کر تہ خانے میں اتر گیا اب ذرا سی تاخیر بھی بچی کی زندگی کو ختم کر سکتی تھی۔ عنبر پریشان ہو گیا پھر اس سے پہلے کہ قاتل اپنے ارادے میں کامیاب ہوں کشتی لہروں سے کئی گز اوپر کو اٹھی اور پلٹ گئی۔ جس کی وجہ سے عنبر مع تینوں قاتلوں کے سمندر میں جا گرا۔ جہاں شارک مچھلیاں اپنے خونی جبڑے کھولے ان کی طرف بڑھیں اور چاروں کو اپنے مونہہ میں لے لیا۔ ان میں سے تین تو ان کے لیے تر نوالہ ثابت ہوئے لیکن عنبر زور لگا کر شارک مچھلی کے جبڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کھڑا ہو گیا جب کے عنبر کے جسم پر دانت گاڑنے
کے چکر میں شارک اپنے کئی دانتوں سے محروم ہو گئی اور
عنبر نیچے کے جبڑے میں دونوں پاؤں جما کر زور لگا کر
کھڑا ہو گیا اور اس نے اوپر کے جبڑے کو تالو میں
ہاتھ ٹکا کر اسے اتنا اٹھا لیا کے جس میں وہ آسانی سے
کھڑا ہو سکے اس طرح وہ شارک کے دونوں جبڑوں کے
درمیان اٹک کر رہ گیا۔

شارک جس نے اسے نگلنے کے لیے اپنے خنجروں
جیسے دانت اس کے گوشت میں اتارنے چاہے تھے اپنے
دانت تڑوا بیٹھی۔ پھر غصے کی حالت میں شارک نے سارے
سمندر میں ہلچل پیدا کر کے رکھ دی اس کی کوشش تھی
کے کسی طرح یا تو عنبر پھسل کر اس کے پیٹ میں چلا
جائے یا پھر باہر ہی نکل جائے تاکہ جبڑوں کا تناؤ تو ختم ہو۔
دوسری طرف بقایا مچھلیاں ان تینوں قاتلوں کے گوشت پر
دعوت اڑا رہی تھیں۔ کسی کے منہ میں کسی کا ہاتھ اور
کسی کے منہ میں کسی کی ٹانگ آئی تھی اور اس طرح وہ
ان کے جسموں کے حصے مل بانٹ کر کھا رہی تھیں۔ درد کی
شدت سے بے تاب ہو کر شارک عنبر کو لیے سمندر کے
گہرے پانیوں میں اچھلتی اور کودتی پھر رہی تھی۔ عنبر کو یہ
تو اطمینان تھا کہ شارک کے دن پورے ہو گئے ہیں وہ

عنبر کو نقصان پہنچانے کی بجائے۔ خود اپنی جان بچانے
کی کوشش میں مصروف ہے لیکن اسے سویٹی کی طرف سے
خاصی پریشانی تھی کیوں کہ چوتھا ساتھی تہ خانے میں اتر
گیا تھا پھر خدا جانے اس نے سویٹی کو ختم کر دیا یا کسی
غیبی طاقت نے اسے بچا لیا ہے۔ کیوں کہ اب وہ کشتی
والی جگہ سے میلوں دور تھا اور کشتی کے انجام سے بے خبر
کہ الٹ جانے کے بعد کیا ہوا۔

اب ہم سویٹی کی طرف آتے ہیں جو تہ خانے میں سہمی
ہوئی بیٹھی تھی کہ تختہ ہٹا کر ان بدمعاشوں کا ایک ساتھی
اسے نیچے آتا دکھائی دیا۔ اس کے چہرے سے پوری طرح
شیطانیت عیاں تھی اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا
تھا غصے سے اس کے موہنہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور
آنکھ کے قریب زخم ابھر آیا تھا جہاں سے خون رس رہا
تھا۔ شاید کوئی عنبر کا مکا اس کے موہنہ پر آنکھ کے قریب
ہی لگا تھا اور اس غصے کو اب یہ ظالم اس معصوم بچی
پر اتارنا چاہتا تھا۔ سویٹی اس کا ارادہ بھانپ کر کھڑی ہو
گئی اور اپنے ننھے ننھے سے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"مجھے مت مارو انکل میں بھی آپ کی بیٹی کے برابر ہوں۔"

بدمعاش نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے ہاتھ میں
پکڑی ہوئی چھری کو ہلایا اور کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خاموش رہ چڑیل ہماری بربادی تیری ہی وجہ سے ہوئی ہے اب میں تجھے اس چھری سے ذبح کروں گا"

معصوم بچی نے رو رو کر ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور بھاگ دوڑ کر اس قاتل سے بچنے کی کوشش کی جب کہ وہ قاتل چھری کے بار بار وار کر کے اسے ختم کرنا چاہتا تھا۔ آخر اسی بھاگ دوڑ میں سویٹی کا پاؤں کسی چیز سے اُلجھ گیا اور وہ زمین پر گر گئی۔ قاتل نے اسے دبوچ لیا اور اپنے جسم کا سارا بوجھ زمین پر پڑی لڑکی پر ڈال دیا تاکہ وہ ہل نہ سکے۔ بچی نے چھت کی طرف نگاہ کی جیسے وہ خدا سے فریاد کر رہی ہو۔ اے معصوموں کی دعا سننے والے اس ظالم کو تو میرے ننھے ننھے جوڑے ہوئے ہاتھوں پر بھی ترس نہیں آتا اب تیرے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔ قاتل نے اس کے گالوں پر طمانچے لگاتے ہوئے کہا بدبخت تیرا وہ حمایتی ہی کیا کم ہے جو خدا کو بھی بلا رہی ہے۔ پھر چھری لے کر اس کی شہ رگ پر رکھ دی جونہی قاتل نے شہ رگ کاٹنی چاہی کشتی اس زور سے اوپر اچھلی کہ قاتل جو سویٹی کے اوپر تھا۔ اس کا سر تہہ خانے کی چھت سے ٹکرایا اور چھری اس کے ہاتھ سے گر کر دستے کے بل بکھرے ہوئے سامان میں جا اٹکی پھر جب وہ ٹکرا کر زمین پر گرا تو دستے کے بل کھڑی چھری کی نوک جو

اوپر اٹھی ہوئی تھی سیدھی اس کی کمر میں گھس کر سینے کی طرف سے نکل آئی اور پھر قاتل نے دوسری سانس بھی نہ لی اور وہ ختم ہو گیا جب کے سویٹی اس جھٹکے کے ساتھ ہی لوہے کی سیڑھیوں کے جنگلے میں اٹک کر رہ گئی تھی اس لیے اسی معمولی چوٹ تو آئی کوئی کاری زخم نہ آیا اور وہ جنگلے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھول گئی۔

اب کشتی کی چھت فرش بن چکی تھی کیوں کہ کشتی الٹ گئی تھی اور سویٹی جنگلے میں لٹکتی ہوئی مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن اس کی مدد کو آنے والا کوئی بھی نہیں تھا آخر کار اس کے ننھے ننھے بازو شل ہو گئے تھک کر اس کے ہاتھ جنگلے سے چھوٹ گئے اور وہ سیدھی تہ خانے کے تختے پر گری جو دباؤ کی وجہ سے کھل گیا اور سویٹی سمندر کے پانی میں جا گری۔ اور لہریں اسے بہا کر اپنے ساتھ ہی لے گئیں۔

دوسری طرف شارک مچھلی درد سے بے حال ہو کر عنبر کو جبڑوں کے درمیان لیے سمندر کی تہ میں بنی ہوئی پہاڑیوں کی غار میں گئی جہاں اس کا گھر تھا اور کئی عدد اس کے بچے کلبلاتے پھر رہے تھے۔ اب عنبر کے لیے ایک اور مصیبت کھڑی ہو گئی تھی کیوں کہ کئی عدد بچوں نے ماں کے جبڑوں میں اٹکی ہوئی خوراک پر حملہ کر دیا تھا جب کہ عنبر نا تو اپنے ہاتھ استعمال کر سکتا تھا اور ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ٹانگیں ہلا سکتا تھا اگر اس کی گرفت ذرا بھی ڈھیلی پڑ جاتی تو مچھلی آرام ہی سے اسے نگل جاتی آخر اس نے اسی ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا اس نے دیکھ لیا تھا ایک تو یہاں جگہ شارک مچھلی کی جسامت کے اعتبار سے کم تھی دوسرا پانی بھی گہرا نہیں تھا اس لیے اس جگہ پر شارک مچھلی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی یہی فیصلہ کر کے عنبر نے ایک دم اپنی گرفت ڈھیلی کی اور دونوں جبڑوں کے درمیان سے باہر کی طرف چھلانگ لگا دی اور شارک کے بچوں کو روندتا ہوا ایک تنگ سی غار میں جا گھسا۔

شارک کافی غصے میں تھی کہ ایک تو دانت بھی تڑوا لیے اور شکار بھی نکل گیا۔ اس نے اپنی تھتھنی اس غار میں ڈال کر زور سے سانس کو اندر کی طرف کھینچا۔ عنبر کو محسوس ہوا کہ جیسے آندھی آگئی ہو اور غار کے اندر کئی گھاس نما پودے چھوٹے چھوٹے سیپ اور گھونگے اڑ کر اس کے مونہہ میں چلے گئے لیکن عنبر نے تیزی سے ایک مضبوط پتھر کو پکڑ لیا اور اب شارک کی تھتھنی اور عنبر کے درمیان صرف ایک فٹ کا فاصلہ تھا جسے کم کرنے کے لیے وہ پورا زور لگا کر اندر گھسنے کی کوشش کر رہی تھی اور عنبر بار بار اس کے حملے سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر شارک

نے ہی اپنا مونہہ غار سے باہر کھینچ لیا اور اس کے بعد اس کے بچے اندر داخل ہوئے لیکن عنبر ان کے بس کا کہاں تھا چند ہی منٹوں میں اس نے شارک کے بچے مار ڈالے۔ شارک باہر غصے سے تڑپ رہی تھی آخر جب اس کے کئی بچے مر گئے تو اس نے غصے میں آ کر اپنی دم سے ایک پتھر پر زور سے وار کیا جو اپنی جگہ سے اکھڑ گیا پھر شارک اسے دھکیلتی ہوئی غار کے مونہہ تک لائی اور اس سے غار کا مونہہ بند کر دیا جس سے عنبر پوری طرح سے اس قبر نما غار میں قید ہو کر رہ گیا۔ دوسری طرف سویٹی لہروں کے تھپیڑے کھاتی ہوئی اور ان کے ساتھ بہتی ہوئی کسی ویران جزیرے کے ساحل پر جا لگی۔ سویٹی خوف سے بے ہوش ہو چکی تھی اور لہریں اسے آغوش مادر کی طرح سے لوریاں دیتی ہوئیں اس جزیرے کے کنارے تک لے آئی تھیں اور اب وہ پتھروں اور جھاڑیوں کے درمیان بے ہوش پڑی تھی۔

○

آگے کیا ہوا جاننے کے لیے قسط نمبر ۵۲
"خون کی پیاس" پڑھیے۔